

مجلد

رباعیات نیر محمد

مترجم

سید محمد عباس صاحب - ایم - اے

بہار

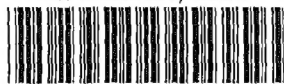
بی بی - کپور پرنٹنگ

نول کشو پرنٹنگ

۱۹۳۸ء

قیمت - چار

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U102158

فہرست مضامین

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
عرض حال	۵۱ تا ۵۶	نقشبند و تنقیبستان {	۸۵ تا ۸۶
مقدمہ		مجموعہ سراج	۸۶
رباعیات		عدم سایہ رسول	
حدیثی نقائل {		رسول کا دیدار خدا کا دیدار	
خدا کی معرفت	۵۷ تا ۵۸	ہے۔	"
معرفت کی راہیں	۵۸	اَنَا وَ عَلٰی مُرْنِ نُورٍ وَاَحَدٍ	۸۸
رحمت خدا	۵۹ تا ۸۱	اعجاز محمد و علی	"
خدا مختار ہے	۸۱	اَنَا كَلِمَتُهُ الْعَالِيَةُ عَلٰی بَابِهَا	"
خدا کی عطا و بخشش	۸۲ تا ۸۳	محبت محمد و علی	۸۹
خدا کا کرم	۸۳ تا ۸۴	فضیلت نبی و علی	"
خدا غفار ہے	۸۴	کتب میں علی کی ولادت	"
خدا قریب بھی ہے دور بھی	"	ولادت علی سے کتبہ	"
طلب خدا	۸۵	کا شرف -	۹۰
عشق بالغیب	"	خلافت علی پر استدلال	"
صنعت خدا	"	عید خلافت علی (نوروز)	۹۱ تا ۹۰
قدرت خدا	۸۶	علی بیت شکن ہیں -	"
ذات خدا شننا و صفت	"	علی کی باندھی	۹۱ تا ۹۲
سے بالا تر ہے -	"	علی کی مسراج	۹۲

مضامین	مبصر صفحہ	مضامین	مبصر صفحہ
عجلے شگلکشائیں	۹۳	عجلے کا اختیار	۱۰۰
عجلے ضامن حیات		فضیلت عجلے	۱۰۱ تا ۱۰۱
ہیں۔	"	مرح سر اے عجلے	۱۰۱
عجلے بانی صحت ہیں	"	عجلے کی غذا	"
عجلے جان جان ہیں	۹۴	تمام کتب سادی مداح	
عجلے عقدہ کشا ہیں	۹۵ تا ۹۴	عجلے ہیں۔	۱۰۲
عجلے کی توجہ سبب		عجلے کا مرتبہ	"
کا میابی ہے۔	۹	عجلے کے گھر کا فیض	۱۰۲ تا ۱۰۳
عجلے کی معرفت خدا کی		مشکل بلبلت سبب نجات ہے	۱۰۳
معرفت ہے۔	"	مرح جناب فاطمہ	۱۰۴
خلقت عجلے پر		مرح امام حسین	"
خالق کا فخر۔	۹۷	حسین سید الشہداء ہیں	"
محبت عجلے۔	۹۷ تا ۹۸	حسین کا اختیار	۱۰۵
ساتی نامہ	"	حسین رہنمائے جنت ہیں	"
عجلے پر نصیر یوں کو خدا		حسین کی عبادت	"
خدا کا شک	۹۸ تا ۹۹	حسین نے حر کی رہبری کی	۱۰۶
مرح عجلے محال ہے	۹۹	حسین کی رضا باعث	
عجلے حاضر بھی ہیں		نجات ہے۔	"
غائب بھی۔	"	حسین کی رضا خدا کی رضا ہے	۱۰۶ تا ۱۰۷

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
مدح حضرت عباس و علی اکبر		مدح خاک نجف	۱۱۳
و علی اصغر	۱۰۷	مدح مزار حضرت عسلی	۱۱۴
مدح حضرت عسلی اکبر	"	مدح صحرائے نجف	"
مدح انصار حسین	"	حسرت زیارت کربلائے معلیٰ	۱۱۴ تا ۱۱۵
مدح حضرت حسر	۱۰۸	حسین کا دوست مرکز کربلا	
مدح شمشیر حسین	"	پہنچ جائے گام	۱۱۶
مدح ائمہ اثنا عشر	۱۰۹	شوق زیارت کربلا	۱۱۶ تا ۱۱۷
اعتقاد و یہ	۱۰۹	زمین کربلا پر دفن کی آرزو	۱۱۷
مدح امام کے برکات	۱۱۰	فضیلت زمین کربلا	۱۱۷ تا ۱۱۸
مدحی کا صلہ	۱۱۰	خاک مزار حسین دوائے	
مدح عسلی نامکن ہے	۱۱۰	ہر مرض ہے	۱۱۸
عسلی کی غلامی پر فخر	"	دوائے درد عصیاں	"
عسلی کی غلامی باعث	۱۱۱	سرمد چشم	۱۱۹
نجات ہے	۱۱۱	زیارت روضہ حسین	
عسلی کا محب مرکز نجف پہنچ	۱۱۲ تا ۱۱۳	عبادت ہے	"
جانا ہے		زبادت روضہ امام رضا	۱۲۰
آزاد سے زیارت نجف و		عسند اخانہ	۱۲۰ تا ۱۲۱
کربلا	۱۱۲	مجلس میں جناب فاطمہ کا گذر	۱۲۱
سرکار امیر المومنین	"	مجلس میں فراح ائمہ کا ورود	۱۲۲
مدح نجف اشرف	۱۱۳		

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
مجلس عزاء	۱۲۲ تا ۱۲۴	ثواب آہ و نالہ	۱۲۵
مجلس شبہ اور فردائی نور	۱۲۲	محبت حسین میں موت	۱۲۶
مجلس کے برکات	"	رثائے	✓
کثرت جمع مجلس	۱۲۵ تا ۱۲۶	شہادت حضرت علی	۱۲۶ تا ۱۲۷
مدح اہل مجلس	۱۲۶	ردائے امام حسین از مدینہ	۱۲۸
دعا برائے حاضرین مجلس	"	سفارت بیت اللہ	"
مدح حاضرین مجلس	۱۲۷	شہادت پسران مسلم	۱۲۹
یاد گذشتگان	۱۲۸	آمد ماہ محرم	"
تابش آفتاب	۱۲۸ تا ۱۲۹	امام کا کر بلا میں داخلہ	۱۵۰
اہل مجلس کا پسینہ	۱۲۹ تا ۱۳۰	امام کو لب نہرا ترفٹ کی	"
خستگی آواز	۱۳۰ تا ۱۳۱	محافت	"
فضیلت ذکر	۱۳۱	شب عاشور محرم	۱۵۱ تا ۱۵۰
بکاء علیٰ حسین	۱۳۱ تا ۱۳۲	قتل حسین سے اعدائے	"
چشم عزادار	۱۳۲	منصوبے	۱۵۱
مردم چشم	۱۳۲	گرمی عاشور	"
حزنگان اشک آلود	۱۳۲ تا ۱۳۳	تشنگی حسین کا فاطمہ پر اثر	۱۵۲
اشک عسرا	۱۳۲ تا ۱۳۳	تشنگی امام حسین	"
داغ دل	۱۳۳ تا ۱۳۵	مصائب شہدائے کر بلا	"
سوزش قلب	۱۳۵	شہادت حضرت قاسم بن حسن	۱۵۳

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
شہادت حضرت عباسؓ	۱۵۳	جسم امام کے زخم	۱۶۲
شہادت حضرت عیسیٰ اکبرؑ	"	دفن امام حسینؑ	۱۶۳
و علی اصغرؑ	"	سیکنہ نبی امام کے مصفا	"
شہادت حضرت علی اصغرؑ	۱۵۵	اسیری المحرم	"
دفن عیسیٰ اصغرؑ	"	آل رسول کے مصائب	۱۶۴
امام حسینؑ کی زنجیت	۱۵۶	بربادی خانہ زھڑا	"
امام حسینؑ کی بے کسی	"	غم حسینؑ ہر وقت تازہ ہے	۱۶۵
امام حسینؑ کی مفلسوی	"	حضرت عباسؑ کی امامت	"
جناب زینبؑ کا استغاثہ	۱۵۷	سے محبت	"
امام حسینؑ کی زنجیت محبت	"	غم امام حسینؑ	"
تشنگی امام وقت قتل	۱۵۸	پر کئے غم میں حضرت	"
شہادت امام حسینؑ	"	عابد کا حال	۱۶۶ تا ۱۶۷
امام کی فرہش سے سبکدوشی	۱۵۹	حضرت عابد کا صبر	۱۶۷
حسینؑ کی امت رسول سے	"	اخلاق قیسہ	"
محبت	"	بے ثباتی دنیا و اہل دنیا	۱۶۸ تا ۱۶۹
پامالی مشہدہ	۱۶۰ تا ۱۶۱	ساگرہ	۱۶۹
سوم شہد اکبر بلا	۱۶۰	بند اجل	۱۶۹ تا ۱۷۰
دسوان	"	موت تمام مصائب کا خاتمہ	"
چسلم	۱۶۱ تا ۱۶۲	کر دیتی ہے -	۱۷۰

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
موت سب کے لئے ہے	۱۴۱	نفس کی آمد و شد	۱۸۱
مرنے کے بعد دوسروں کی		بنزل قبر	"
معتابجی۔	"	خفنگان لحد کا حال معلوم	
جو پیدا ہوا ہے وہ مرے گا		ہنیں۔	۱۸۱ تا ۱۸۲
ضرور۔	۱۴۲	نفس حسد	۱۸۳
ہستی ایک خواب ہے	"	زمین کا پیار	"
موت لازمی ہے	۱۴۳	شب قبر	۱۸۳
کوئی پہلے جاتا ہے کوئی بعد میں	"	الفت قبر	۱۸۳ تا ۱۸۴
جوکل ہے وہ آج نہیں	"	گوشہ حسد	۱۸۴
سب آگے پیچھے چلے جاتے ہیں	۱۴۴	خواب حسد	۱۸۵
موت گھات میں ہے۔	"	بستر قبر	"
دنیا میں کوئی نہیں بے گنا	۱۴۴ تا ۱۴۵	رفیق حسد	۱۸۶
عمر دراز کا قصور۔	۱۴۵	راہ بہشت	"
زاد سفر مرگ	۱۴۵ تا ۱۴۶	مذمت دنیا	۱۸۶ تا ۱۸۷
پیسری	۱۴۷	نشیب و فراز دنیا	۱۸۷
عصائے پیری	۱۴۷ تا ۱۴۸	دنیا مرقع شادی و غم ہے	۱۸۷
پشت چشم	۱۴۸	دنیا کا ردا نسر ہے۔	۱۸۸
صبح پیری	۱۴۹	راحت دنیا میں ممکن نہیں	"
زوال آفتاب عمر	۱۵۰	آئینہ ظاہر کی صورت گری کرنا ہے	"

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
دنیا میں بجز نقصان کچھ	۱۸۹	بد اعمالی پر ندامت	۱۹۴
حاصل نہیں -		توبہ	"
دنیا کی زحمتوں کا علاج		گریہ ندامت	"
موت ہے -	"	انفعال	۱۹۵
دنیا میں خاک کے نوا کچھ	"	آخرت کے ہجری پریشانی	"
نہیں تنگی دنیا	۱۹۰	پیری میں آخرت کے ہجری	"
بہو فائی دنیا -	"	مرنے کے بعد اعمال ساتھ	
دنیا کا حال کسی کو معلوم		جاتے ہیں -	۱۹۶
نہیں -	"	سیاہی قلب	۱۹۷ تا ۱۹۸
دنیا گو گلو ہے -	۱۹۱	کدورت قلب	۱۹۸
دنیا سے کچھ ساتھ نہیں		اس زمانہ میں کوئی فارغ	
جانتا -	"	البال نہیں -	۱۹۸
دنیا ایک دام ہے -	"	مذمت زمانہ	"
دنیا قید خانہ ہے	۱۹۲	انصاف کی نایابی	"
زمین و آسمان چکی کے		انتخاب احباب	۱۹۹
مثل ہیں -	"	دوستوں سے مایوسی	"
دنیا میں ہر ایک کے لئے		ضعف پیری	۲۰۰
گردش ہے -	۱۹۲ تا ۱۹۳	جو کچھ کرنا ہے جوانی میں کر لو	۲۰۲
قطع ہستی یا ترک دنیا -	۱۹۳	دنیا سے رہائی	"

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
۲۱۳	عجز و انکسار	۲۰۲	نفس آمارہ
"	پیری اور انکسار	۲۰۳	خدمت اسفل
۲۱۳ تا ۲۱۴	ملا مکت و زمی	"	خدمت نادان
۲۱۵ تا ۲۱۴	گوشہ نشینی	"	ترہیت نا اہل
۲۱۵	عیب پوشی	۲۰۴	خدمت کبر و غرور
۲۱۶	خاموشی	۲۰۵	خود ستائی کی خدمت
"	عزت نفس	۲۰۵ تا ۲۰۶	خدمت حرص و ہوس
۲۱۷	صحت	۲۰۶	خدمت سوال
"	اتحاد کی نایابی	۲۰۷	خدمت دولت
"	مخ سسغن	"	خدمت تند خو
۲۱۸	نام مرگ فکر سغن کرنا چاہیے	"	کمال کے بعد سرسبز حاصل
"	سغن کی قدر سغن فہم کر سکتا	"	ہوتی ہے -
"	سہ -	"	خدمت کے بعد شہر حاصل
"	اہل سغن کو طرار ہونا چاہیے	۲۰۸	ہوتی ہے -
"	خوبیاں خود وطن ہاں	"	بحر عالم میں انسان کی تنجا
۲۱۹	چوتی ہیں -	"	کا ذریعہ -
۲۲۰	دشمن کو بھی نہ ستاؤ	۲۱۰ تا ۲۰۹	مخ فقر و استغنا
"	کسی کو ذلیل نہ سمجھو	۲۱۱ تا ۲۱۰	مخ قذاعت
"	مقیض نیک و بد	۲۱۲ تا ۲۱۱	تواضع و خاکساری

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
۲۳۵	پردہ عریانی		ڈاٹیمہ
"	خانہ بربادی	۲۲۱	امام حسین کی صبح پر بہا بات
۲۳۶	کساد بازاری	"	بعد مرگ بھی غفلت سخن نہ ہو گا
"	ضعف پیری	"	پیشینگوئی
۲۳۷	انتہائے ضعف	۲۲۲	اپنی زبان پر ناز
"	شدت مرض	"	خوش منگری
۲۳۸	صحت سے یاس	۲۲۳	طبیعت کی روانی
	لوگ مرنے کے جب	"	مضمون آفرینی
۲۳۹	یاد کریں گے۔	"	دور نیری
	بیماری میں امام کی مدد پر	۲۲۴	نکتہ دانی
"	بھروسہ۔	"	فحشہ یہ
	وقت اختصار اور آمد	۲۲۵	باہمہ وبے ہمہ
"	مشکل کشا۔	۲۲۶	تائید کلام
۲۴۰	میت کے لئے دعا	"	دوزان مضامین
"	فرمان شاہی	۲۳۰	حاسدوں کی شکایت
"	انقلاب ہند	۲۳۱	حسرت
۲۴۱	انشرع سلطنت اودہ	۲۳۲	تنگدستی
	موج نظام حیدر آباد	"	مصائب زلیست
۲۴۲	مختار الملک۔	۲۳۳	برستہستی۔

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ
دعائیہ برائے اہل حیدر آباد	۲۴۲	موسم گرما کی مجالس	۲۴۷
دعا برائے خود	"	عاجزی و افتادگی	۲۴۷
استغاثہ	۲۴۳	بارگشاہ	"
ضمیمہ	"	ماقدری کی شکایت	۲۴۸
حمد باری عزاسمہ	۲۴۳	زہانت و جودت	"
ظاہری ہمدردی پر مغرور	"	آلام و مصائب	"
نہو نا چاہئے۔	۲۴۵	پریشانی و تشویر	۲۴۹
لوگوں کی تعریف پر مغرور	"	کسا دباؤ لڑی	"
نہو جاؤ۔	"	عجز و انکسار	۲۵۰
بکا و علی الحسین۔	"	مدح خاموشی	"
اصحاب حسین کی تشنگی۔	۲۴۶	مدح کے ساتھ مدح کا	"
مجلس عزاء	۲۴۶	احسان۔	"

۱۰

غرضِ حال

یوں تو میراں مرحوم کی کچھ باعیاں مراںی انیس کی جلدوں میں طبع
 ہو چکی ہیں پھر اثناعشری پس لکھنؤ نے مجموعہ باعیاں خاندان انیس طبع کیا
 اُس کے بعد جناب محمد حسن صاحب گلرامی نے ایک مجموعہ تب کمرے
 منشی احمد اللہ علیہ کے مطبع کانپور سے طبع کرایا لیکن ان سب میں عموماً وہی
 ربا عیان ہیں جو مراںی میراں کے ساتھ مطبع منشی نول کشور میں چھپی ہیں مرتب
 مجموعہ ہذا کو ۱۳۳۷ء سے باعیاں انیس کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا
 اور کچھ عرصہ میں مجموعہ مرتب کیا لیکن پُرپ میں جنگ عظیم کا آغاز ہونے لگا کاغذ
 پر کنٹرول کی وجہ سے اس کی طباعت کچھ مدت کے لئے روک دی پھر جنوری ۱۳۳۹ء

میں بعض اجاب کی فرمائش سے اس مجموعہ سے کچھ اخلاقی رباعیاں
 علیحدہ کر لی گئیں اور امیریہ دار التالیف محمود آباد اوس نے نظامی پر
 لکھنے میں طبع کر کے انیس اخلاق کے نام سے اس کو شائع کر دیا ہوس
 ہے کہ انیس اخلاق میں کچھ غلطیاں ہو گئی تھیں جو انشاء اللہ دوسرے
 ایڈیشن میں درست کر دی جائیں گی۔

ان رباعیوں کے جمع کرنے میں خاندان انیس کے اکثر مشر خاؤں
 کے بستوں کی تلاشی لی گئی اور ان سے بہت سی نئی نئی رباعیاں
 حاصل ہوئیں جو شامل مجموعہ نہ ہیں لیکن اکثر بیشتر رباعیاں بغیر تخلص کے
 تھیں اسلئے ان کی شناخت میں کہ انیس کی ہیں بھی یا نہیں؟ بہت وقت
 ہوئی اور اسکے لئے میں نے اپنے دادا جناب سید علی صاحب بانو مس مرحوم

یہ جو میرٹھ میں مرحوم کے سب سے بڑے نواسے اور عمر میں اس وقت تقریباً ۹۷ سال کے تھے مذکورہ حاصل کی مرحوم میرٹھ کے انتقال کی وقت ۳۰ سال کے تھے اور جناب انیس کے پاس برابر حاضر رہتے تھے اور ہر مجلس میں شریک ہوتے تھے مرحوم کو میں نے کل باعیاں سنا دیں جنکے متعلق فرمایا کہ یہ نانا صاحب کی ہیں وہ شامل کیگئیں باقی خارج کرویں مرحوم کا حافظہ بہت قوی تھا انھوں نے اپنی یادداشت سے بہت سی رباعیاں طے کرنا کیں جو دغل مجموعہ کی گئیں بعض رباعیوں کے متعلق واقعات بتائے جن کو اس مجموعہ کے مقدمہ یا فٹ نوٹ میں درج کر دیا گیا ہے۔

ہو کہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۱ء کو مرحوم دراصل یہ حمت حق ہوئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

میں اپنے استاد عالی جناب پروفیسر سید مسعود حسن صاحب ضحیٰ
 کا شکر گزار ہوں کہ اس مجموعہ کی ترتیب تدوین کا ذکر کرنے پر جناب صاحب
 نے ایک باعی میخلیق صاحب مرحوم کی جھکوتائی جس کی بغیر یہ مقدمہ
 نشہ رہ جاتا اور موصوفت ہی کی سعی سے اس کی طبائع عسکت میں بھی،
 آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ میرے بھائی جناب سید محمد باوی صاحب لائق
 بھی قابل شکر یہ ہیں کہ موصوفت نے بھی ان رباعیوں کے جمع کرنے
 میں بہت مدد دی ہے اور اکثر غیر مطبوعہ رباعیاں موصوفت سے
 حاصل ہو گئیں :-

اس مجموعہ کی کتابت ہو چکی تھی کہ عالی جناب محمد امیر حسد خان صاحب
 بہادر ہمارا جگہ را محمود آباد نے کچھ رباعیاں میرا نیس جیم کی عطا فرمائیں

اور ایک مجموعہ رباعیات جناب سید محمد اطہر صاحب زائر سیتا پوری
 نے عنایت فرمایا ان دونوں مجموعوں میں سے ایک رباعی جس میں تخلص
 موجود تھا اور چند اور رباعیاں جن کے متعلق یقین ہو گیا کہ انیس کی ہیں
 آخر میں ضمیر شامل کر کے دیج کی گئیں۔ ہم سرکار مدوح جناب
 ہمارا جملہ اوصحاب صاحب زائر جناب زائر کی اس ہمدردی کے بیحد شکر گزار

سید محمد عباس

ہیں۔

اگرستہ ۱۹۴۷ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رباعیات میر انیس

مقدمہ

رباعی کی ابتدا [تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ ایک وزیر میر تقی وہاب صفار،
 (المتوفی ۱۲۶۵ھ) دیبا میں بیٹھا ہوا تھا اہل دیبا جمع تھے دفعۃً اسیر کا خورسلا
 بچہ کچھ جوڑ ہاتھ میں لئے محل سے برآمد ہوا اسیر کے بچہ کو دیکھ کر اڑ پڑے
 بھی جمع ہو گئے اور سب مل کر ایک گڑھے میں جوڑ بھینکنے لگے یا چونکہ
 گڑھے میں پہنچ گئے مگر ایک کسی طرح نہیں پہنچتا تھا بعد کوشش بسیار

دُہ کا میاب ہوا اور اٹھوان جو زبھی ڈھلک کر گڑھے کے کنارے

پہنچ گیا اور امیر اُدہ جُش مسرت میں بے اختیار جلا اٹھا۔

” غلطاں غلطاں ہمیر و ڈالکوب“

یعقوب ان الفاظ کو سنکر بہت محظوظ ہوا اور رانا اور اہل مہاراجہ

دِیافت کیا وہ کہنے لگے کہ یہ شعر کی قسم معلوم ہوتی ہے چنانچہ میر کے

حکم سے اس زمانہ کے عربی شعرا ابولطف اور زینت الکعب اس کی

تحقیق اور تقیض میں مشغول ہوئے اور بتایا کہ دُہ بجز ”ہزج“ کی ایک

قسم ہے! سیوق اس مصرع پر اسی وزن کے تین اور مصرعے لگا کر

دوبیت پورے کر دئے گئے اور اس نوا بجا صنف نظم نام دو بیتوں

کی مناسبت سے دویتی رکھ لیا کچھ عرصہ کے بعد چار مصرعوں کے لحاظ سے

لوگ اس کو رباعی کہنے لگے جو آج تک رُج ہے بعض لوگوں نے اس کا نام
ترانہ بھی لکھا ہے رباعی خاص ایران کی ایجاد ہے۔

رباعی کی تعریف رباعی فن شعر کی ایک قسم ہے جس میں صرف چار
مبصرعوں میں شاعر اپنا مطلب ادا کرتا ہے رباعی کی غرض صرف آخری مصرع
میں پوری ہو جاتی ہے اس لئے کہ شاعر آخری مصرع میں کوئی نکتہ یا لطیفہ یا
مثال پیش کرتا ہے اور ابتدائی تین مصرعے اسی کی شرح یا تائید میں ہوتے ہیں
عموماً چوتھا مصرع سب سے بہتر اور بلند تر ہوتا ہے۔

رباعی کا وزن شاعر نے رباعی کو صرف بحر ہزج آخر ب بحر مہم
منحصر کر دیا ہے اور اس کا خاص وزن "لا حول ولا قوة الا باللہ" قرار دیا گیا
ہے لہذا جو اس وزن پر نہ ہو وہ قطعہ سمجھا جائے گا رباعی نہ ہوگی۔

عروضیوں نے رباعی کے چوبیسؒ اوزان مانے ہیں اور وہ سب بحرِ نرج ہی سے تعلق ہیں ان اوزان کو اُخر ب اُخرم دو شجر وین بیان کیا ہے یہاں دونوں کا ایک ایک زن مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

ہزج اُخرم ”مفعول مفعول مفاعیل فَعول“

اُخر ب ”مفعول مفاعیل مفاعیل فَعول“

چونکہ شجرہ اُخر کے اوزان شجرہ اُخرم کے اوزان سے مُبکّت نہیں ملے

رباعی کے لئے یہی زیادہ مطبوع و مقبول ہوئے۔

رباعی بلحاظ قافیہ | بلحاظ قافیہ رباعی دو طرح کی ہوتی ہے رباعی مہترع

اور رباعی خفّی یا ناقص اگر رباعی کے چاروں مصرعون میں قافیہ نہ ہو تو

رباعی مہترع ہے اور اگر پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ ہو تو

تیسرے میں نہ ہو تو رباعی قصی یا ناقص کہلاتی ہے متقدمین شعرائے
 ایران عموماً رباعی مصرع کہتے تھے چنانچہ فردوسی عنقریب ابو شکور
 بلخی وغیرہم کی رباعیاں زیادہ مصترع ہیں۔ تاخر میں نے اس شرط کو
 ضروری نہ سمجھا اور صرف پہلے دو کے اور چوتھے مصرع میں قافیہ لائے۔
رباعی کی مقبولیت | شاعری اور موسیقی دونوں کا شمار فنون لطیفہ
 میں ہے اور دونوں میں ایک قسم کا ربط و علاقہ ہے اسلئے دونوں ہمیشہ
 پہلو بہ پہلو چلتی رہیں اور ملی جلی رہیں جس طرح نعمات موسیقی کیلئے
 ضروری ہے کہ وہ کسی کسی وزن کے ساتھ منظوم ہوں اسی طرح شعراء
 کو خاص لحن اور مخصوص اداسے پڑھنے میں لطف و کیف بہت زیادہ
 ہوتا ہے سلاطین کے درباروں میں ہمیشہ غزلیں قصیدے اور

دوسری نظمیں خاص لہجہ اور لحن سے گانگا کر پڑھی جاتی تھیں اگر شاعر کو موسیقی میں مہارت ہوتی تھی تو وہ خود گاتا تھا ورنہ اپنے ساتھ ایک "راوی" لاتا تھا جو اسکی نظم گاکر سناتا تھا اور کبھی کبھی ریاری مننی شعر کی نظمیں گاکر سناتے تھے۔

رباعی کا وزن موسیقی سے خاص مناسبت رکھتا ہے چنانچہ رباعی ایجاد ہوتے ہی اس صنف شعر کی اتنی مقبولیت ہوئی کہ ہر شاعر نے رباعی کہنا ضروری سمجھا۔ اور مجلسِ محفل میں باعیاں گائی جانے لگیں علی الخصوص عورتوں اور بچوں میں بہت زیادہ مقبول و مطبوع ہوئیں محمد بن قیس رازی المعجم فی معایر شعراء العجم کے صفحہ ۹۰ پر ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے "حقیقت پہنچ وزن از اوزان بتدرع و اشعار

مختصر ہے کہ بعد از تحلیل حادث کردہ اند بدل نزدیکی سے و طرح آویزندہ
 ترازین نیست بحکم آنکہ ارباب صناعت موسیقی برین وزن الحان شریف
 ساختہ اند و طرق لطیف تالیف کردہ و عادت چنان رفتہ است کہ ہرچہ
 ازان خبیس بر بیات تازی سازند آنرا قول خوانند و ہرچہ بر مقطعات
 پارسی باشد آنرا غزل خوانند اہل دانش طحونات این وزن را ترانہ نام
 کردند اور غنصر الممالی امیر کیکاؤس "قابوس نامہ" میں آئین غنیاء گری
 کے بیان میں اس طرح کہتا ہے -

”پس کو دکان وزنان و مردمان لطیف طبع بنفے بے بہرہ
 بناشن یا آنگاہ کہ ترانہ گفتن پدید آماں ترانہ را نصیب این قوم
 کردند تا این قوم نیز راحت یا بند و لذت از انکہ از وز نہا ہیچ وزن نہ

لطیف تر از وزن ترانه نیست۔

رباعی کے مقاصد شرعی شریع میں رباعی کے مقاصد صرف

احسان نازک یعنی بچوں اور عورتوں کو خوش کرنے تک محدود تھے

جیسا کہ عبارات مذکورہ بالا سے مشکشف ہوا لیکن کچھ عرصہ کے بعد

صوفیائے کرام نے اس سے فائدہ اٹھانا شروع کیا اور مسائل فقہیہ

اور مضامین نصت و تنقیب رباعیوں میں نظم کئے جانے لگے پھر

شعرائے دربار اس کی طرف متوجہ ہوئے اور رباعی کے ذریعے

بادشاہوں اور رئیسوں کے دربار میں مطلب برآری کرنے لگے۔

رباعی چار مصرعوں کی ایک چھوٹی سی نظم ہونے کی وجہ سے

بہت گہری کے لئے بہت موزوں ہے اکثر بادشاہ اور امرا کسی

خاص واقعہ سے متاثر ہو کر دوبارہ شاعر کو فوراً نظم کرنے کا حکم دیدیتے
تھے شاعر پر اس کی تعمیل لازم ہوتی تھی ایسے موقع پر وہ رباعی سے
کام لیتا تھا اور حکم ملتے ہی فوراً مناسب محل رباعی نظم کر کے سنا دیتا
تھا اسی طرح بعض ہنگامی واقعات مثلاً شکریہ شکایت تنہیت معذرت
اور فخر کے مواقع پر بھی رباعی ہی سے کام لیا جاتا تھا چنانچہ اس قسم
واقعات اور رباعیاں تذکروں میں موجود ہیں۔ غزنوی دور کے شعر مثل
فروسی عنصری اور اسی عہد کے دوسرے دوبارہ شعر کی رباعیاں
ہخین ہنگامی واقعات حسن عشق کے معاملات اور بیچ شراب مشتمل ہیں
دو اہل کی رباعیوں کی نایابی | رباعی کے ایجاد کو ایک صدی
سے زیادہ زمانہ گزر گیا مگر ابھی تک اس کی طرف خواص کی توجہ

نہیں ہوئی تھی تذکرہ نویس اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت
 ایران میں اہل عرب نے سر قندار تھے عربی زبان اور لٹریچر کی قدر تھی
 فارسی چونکہ کفار کی زبان تھی اسلئے اس میں لکھنا پڑھنا اور اس کے
 لٹریچر کو رواج دینا کفر کے مرادف خیال کیا جاتا تھا اور فارسی کے
 پرانے لٹریچر کو ضائع کرنا جزو ایمان سمجھا جاتا تھا غرض کہ جس وقت
 تک دیا الملک و رسامانی جو ایرانی مسلمان تھے صاحب قندار ہوئے
 اس وقت تک فارسی لٹریچر کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی جاکو متون کی
 جانب سے فارسی علوم اور ادب کو شایع کرنیکی سخت ممانعت مخالفت
 رہی عوام اکثر وقتاً فوقتاً فارسی ادب کے کام لیتے تھے اور اس میں نظم
 بھی کرتے تھے لیکن ان کو مضبوط کرنے کا ارادہ نہیں کرتے تھے

اسی کی طرف صاحب تشکرہ حالات ابوحسن رودکی میں اشارہ کرتے ہیں۔

اور روزگارِ سلاطین آلِ سامانِ مودہ و نخست در گنجینہ

شعر فارسی اور یک زبانِ کشور گویند بغیر شعرے از ہر گوہر

و مصرعے از خلف یعقوب بن لیث صفار شعرے زبانِ فارسی

گفتہ نشد و اگر ہم نہ تحصیل کہ بعلتِ دولتِ عرب ضبط نہ شد

بہر حال زبانِ رودکی شاعر کے صاحبِ ایمان نہ ہووے

تذکرہ نویس یعقوب صفار کے لئے کہ کو سببِ ایجادِ باعی قرار دیتے ہیں

اور اسکے متعلق ایک واقعہ بھی تحریر کرتے ہیں اسی طرح شعر فارسی کے ایجاد

کے متعلق بھی ایک واقعہ لکھتے ہیں اور اس دور قحطِ الاشعار کا سبب

حکمرانوں کا اہل ایران اور فارسی لٹریچر سے تعصب بتاتے ہیں مورخین
 خاموش ہیں لیکن یہ مغرور کرنے کے قابل ہے کہ عرب حکمرانوں کا تعصب اور
 ان کے احکام امتناعی اپنے عہد کے مورخین کے ہوش قلم کو رک سکتے تھے مگر
 لوگوں کے دل دماغ پر ان کی حکومت نہ تھی شعاران کے دماغوں سے
 محو نہیں کئے جاسکتے تھے کیا وجہ کہ لوگوں کے دماغوں میں محفوظ نہیں
 ہے اور جب ایلرینی مسلمانوں کا تسلط ہو گیا تو کیوں ضبط تحریر میں نہیں
 آگئے ڈیڑھ سو برس کا زمانہ زیادہ نہیں اس میں تقریباً تین پشتیں ہونگی زبانی
 یاد رکھ سکتے تھے اور بعد میں لکھ سکتے تھے بہتے تاریخی واقعات جن سے
 چھپانے کے لئے حکومتوں نے بے انتہا کوششیں کیں ان کے منضبط
 کرنے والے کو سخت سخت سزائیں دیں مگر وہ نہ چھپ سکے تو کیا سب کچھ

اس قلیل مدت کے اشتراک اور رباعیاں عربوں کے فنا کرنے سے فنا ہو گئیں
 بہر حال اقیات جو کچھ بھی ہوں فارسی باعی کی ابتدا شیخ ابوالحسن خرقانی سے
 جو عہد دیالمہ کے ایک بڑے صوفی بزرگ تھے معلوم ہوتی ہے -

صوفیانہ رباعیان	چوتھی صدی کے اوائل سے دیالمہ کا عروج
شیخ ابوالحسن خرقانی	شرع ہوا یہ علما اور علم کے قدردان تھے اور

چونکہ یگانہ سیرانی النسل تھے انھوں نے فارسی اور کجے فرغ دینا شروع

کیا ان کے زمانہ میں تصوف بھی ترقی کرنے لگا اور صوفی شعر کی قدر ہوئی
 تصوف کا جزو موسیقی ہے اور رباعی کا وزن موسیقی سے مناسبت رکھتا
 تھا اسلئے شعرا نے رباعی کے سپرے میں عشق حقیقی کی تعلیم دینا شروع
 کی اور صوفیوں کی مجلس سماع میں رباعیاں گائی جانے لگیں سب سے پہلے

شخص جنہوں نے رباعی کے پرچے میں تصوف کی اشاعت کی شیخ
 ابو الحسن خرقانی المتوفی ۳۲۵ھ ہیں آپ کی رباعیاں مجمع لفصحا
 اور آتشکدہ میں موجود ہیں آپ عموماً پارسی فارسی اور پہلوی آمیز زبان نظم
 کرتے تھے۔ ان سے قبل حضرت بایزید بسطامی کی طرف بھی چند
 رباعیاں منسوب نظر آتی ہیں مگر وہ پایہ اعتبار کو نہیں پہنچتیں شیخ خرقانی
 کا معاصر باباطاہ ہمدانی تھا۔ اس نے بھی ایک مجموعہ رباعیات
 قصبہ سے کی دیہاتی زبان میں نظم کیا لیکن اس نے رباعی کے مخصوص
 وزن بحر ہزج اخرب یا اخرم کو ترک کر کے بحر ہزج مسدس کو جس کے
 ارکان معاعیلن معاعیلن فعولن " ہیں اختیار کیا لہذا اس کی رباعیاں
 رباعی کہے جانے کی مستحق نہیں ہیں۔

ابوسعید ابی الخیر اسی کے بہتے صوفی شاعر حضرت سلطان

ابوسعید ابن ابی الخیر ہیں آپ کی رباعیاں سائل تصوف کیلئے مذہب

اور نپند و نصائح کے مضامین سے ہیں تصوف میں آپ کے اوصاف

بھی جو وہیں شاعر کے صفو مثلاً عطار و می جامی وغیرہ نے آپ کی رباعیوں

اور دیگر تصانیف تصوف میں کافی مد حاصل کی ہے آپ کی رباعیوں کے

کئی ایڈیشن مشرق و مغرب میں طبع ہو چکے ہیں آپ کی مکتوبات میں واقع ہوئی۔

باب افضل کاشانی | صوفی با صفا شاعر حق نما عالم عامل حکیم قابل

باب افضل الدین کاشانی بھی اسی دور کی یادگار ہیں آپ کی رباعیاں،

اسرار تصوف اور رموز حقیقت کے بیان میں ہیں آپ کی اکثر رباعیاں،

عمر خیام کی رباعیوں کے ساتھ غلو نظر آتی ہیں تذکرہ نویس آپ کے تراشے کے

متعلق مشکوک ہیں بعض آپ کو محقق طوسی کا معاویہ بعض محمود غزنوی
کا ہمنصر کہتے ہیں۔

عبد اللہ انصاری | احمد سلاطین سلجوقیہ میں بھی کئی اباعی گو شاعر
گزشتہ ہیں ان میں سب سے پہلا نام شیخ الاسلام ابو ایل حضرت عبد اللہ
انصاری کا ہے آپ ۳۳۵ھ میں بمقام ہرات متولد ہوئے آپ تئیں حضرت
ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد بتاتے ہیں آپ فارسی اور عربی
دونوں بانوں میں نظم کرتے تھے آپ کا کلام زیادہ تر عجز و تنصیف طلب مغفرت
اور نصیحت پر موعظت سے مملو ہے آپ کی ایک فارسی مناجات جو نظم و شریک
مجموعہ ہی بہت دلکش اور مقبول خاص عام ہو اس میں رباعیان بھی شامل
ہیں آپ کی بھی بعض رباعیاں خیام کی رباعیوں میں ملی ہوئی ہیں اسی زمین

امام محمد غزالی اور ان کے بھائی احمد غزالی نے بھی چند باعیاں کہی ہیں۔

فرید الدین عطار سلجوقی دور کے بزرگترین صوفی شاعر اور بڑے

بڑے صوفی شعرا کے ہر شاخ فرید الدین عطار میں آپ کی ولادت ۵۱۳ھ

میں بہ عہد سلطان سنجر ابن ملکشاہ سلجوقی بمقام کدکن ضلع نیشاپور ہوئی اور

۶۲۷ھ میں ایک جنگیزی سپاہی کے ہاتھ سے مقتول ہوئے آپ کی

تصنیفات کی تعداد سو سے زیادہ ہے جس میں ایک مجموعہ باعیات

بھی شامل ہے اور اس کا نام ”مختار نامہ“ ہے اس کا ویسا چہ نشر میں ہو

جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”میں نے چھ نہایت باعیتان نظم کیں اور

ان میں سے پانچزار انتخاب کے موجب وہ منتخب کئے اختیار کیا اور اس کا نام

مختار نامہ لکھا اور لقبیہ باعیاں دیوان غزلیات میں شامل کر دیں مختار نامہ

۵۰۔ باب شہل ہوا و سہراب میں ایک مستقل مسئلہ تصوف کے متعلق رباعیان نظم کی ہیں مختار نامہ کلیات عطار کے ساتھ مطبع نو لکھنؤ میں طبع ہو چکا ہے۔

مولارومی | مولاجلال الدین رومی نے بھی جنکی تمام شہرت ادنیٰ ثنوی کی بدولت ہے بہت کثرت سے رباعیان نظم کی تھیں جن کا مجموعہ مطبع اختر اسلام بول نے ۱۳۱۷ھ میں طبع کیا تھا لیکن بنایا ہے۔ انکی رباعیان بھی انکی غزلوں و ثنوی کی طرح تغزل و تصوف کے مسائل سے پر ہیں۔

عجیم | ملک شاہ اور سلطان خجک کے دوران حکومت میں حکیم علم بن بہیم انجام سب مشہور رباعی گو شاعر گزرا ہے یہ عربی کا بہت بڑا عالم اور مختلف علوم و فنون کا فاضل تھا اور اسی لئے اس کو حکیم القلوب یا گیا تھا۔ علوم ریاضی نجوم فلسفہ صرف نحو وغیرہ میں بہت بڑا پایہ کھتا تھا علم نجوم میں اس کے بہت سے تصنیفات ہیں نظم میں صرف رباعیاں موجود ہیں۔ کبھی کبھی تفریح طبع کے لئے کہہ لیا کرتا تھا سگر اس کی زیادہ تر شہرت انھیں رباعیوں کی بدولت ہے یہ

رباعیان عموماً فلسفیانہ رنگ کی ہیں اور ان میں اس نے (اسی کو رس) EPICURUS کے نظریہ زندگی (یعنی انسان فانی ہے نہ معلوم

کب موت آجائے لہذا آج ہی لطف زندگی حاصل کر لیا جائے) کی

تعلیم دی ہے اور یہی سبب ہے کہ مشرق سے زیادہ آج مغرب میں مقبول

ہیں قریب قریب تمام مغربی زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہے اور بعض

ایڈیشن مصور بھی چھپے ہیں رباعیوں کی تعداد مختلف قلمی اور مطبوعہ نسخوں

میں ۷۶ سے ۲۰۰ تک پہنچتی ہے اکثر دوسرے شعرا کی رباعیان بھی

اس کے مجموعہ میں شامل ہیں۔

سرمہ | ہندوستان میں مسلمانوں کے وارد ہونے کے بعد سے

یہاں بھی عربی فارسی کا پھر چا ہو گیا تھا سلاطین اور اہل کی زبان فارسی

تھی اور سب اہل علم کی قدر کرتے تھے اس وجہ سے ایران سے برابر علما
 اور شاعر کا معاش کی غرض سے یہاں آیا کرتے تھے اور بعض یہیں رہتے
 تھے اور نئے نئے عہد میں ایک شاعر سرمد نام ایران سے سلسلہ تجارت
 ہندوستان آیا اور بالآخر یہیں کا ہو گیا یہ کا شان آرمین کا بیٹا ہوا
 تھا اور نسلا یہودی یا عیسائی تھا لیکن آغاز عمر ہی میں مسلمان ہو گیا تھا
 سلسلہ ہجری میں داراشکوہ کی طرفذاری کے الزام میں قتل کیا گیا اسکی
 رابعیان بھی عشق حقیقی اور مجازی دونوں متعلق ہیں اسکا مجموعہ بھی طبع ہو گیا ہے۔
دیگر رباعی گو | تذکرہ صدر رباعی گو تو فارسی کے ممتاز رباعی گوں
 میں شمار کیے جاتے ہیں لیکن ان کے علاوہ کچھ غیر معروف رباعی گو بھی ہیں
 جن کا ذکر ادب کلام صرف تذکروں میں موجود ہے اور بہت کم لوگ انکے

ہم سے واقف ہیں زمانہ ان کے ساتھ ان کے کلام کو بھی فٹا کر چکا۔
 تذکروں میں اکثر ایسے شعرا کے کلام کا انتخاب موجود ہے جس کو دیکھ کر ان کے
 کمال کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بیشک انھوں نے اپنے زمانہ
 میں کافی شہرت حاصل کی ہوگی اور یہ اپنے عہد کے استاد ہونگے اس
 مختصر مقدمہ میں ہم چند سطرین ان کی بھی نذر کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کی
 یاد از سر نو تازہ ہو جائے۔

سید محمد جامہ باف | آپ شہدِ مقدس کے سادات تھے آپ کو
 بھی عرفا و راویا کی طرح رباعی گوئی کا شوق تھا تخلص آپ کا فکر سی
 بتایا جاتا ہے اور آپ میر رباعی مشہور ہیں ہندستان بھی تشریف لائے تھے
 ۱۹۰۹ء میں وفات پائی۔

درویش مقصود تیرگر | ہر ایک بہتے والے تھے ابتدائے عمر میں مشہد

مقدس چلے گئے وہاں تیرگری کرتے اور فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے

رباعی خوب کہتے تھے اور اہل خراسان ان کو ہوتا جانتے تھے کمال اسماعیل کے

معاصر تھے اور ان کی رباعیوں کے جواب بھی کہا کرتے تھے۔

میر محوی | اہل ان کے بہنے والے تھے پھر نیشاپور میں سکونت اختیار

کی آخر ہندوستان گئے اور وہاں سے پھر وطن واپس چلے آئے۔

مولانا مومن حسین | بنی تخلص کرتے تھے نیرد کے بہنے والے تھے

مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے۔ بجز خواص کے عوام سے راہ و رسم نہ

رکھتے تھے میرزا جان شیرازی کے شاگرد تھے اور رباعی کہتے تھے۔

ان رباعی گوئیوں کے ذکر سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ فارسی زبان

میں صرف اتنے ہی رباعی کہنے والے تھے نہیں بلکہ قریب قریب تمام
 شعرائے ایران ہندستان نے دیگر اصنافِ شعر کے ساتھ ساتھ رباعی
 گوئی بھی کی اور یہ لوگ جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے یا تو محض رباعی کہتے تھے یا
 رباعی گوئی میں درجہ امتیاز رکھتے تھے دیگر شعرائے غزل گو یا قصیدہ گو
 کے دیوانوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ہر صنف
 میں طبع آزمائی کی ہے مگر امتیاز اور خصوصیت صرف ایک ہی صنف میں
 حاصل ہوئی مثلاً انور سی خاقانی اور قاضی قصیدہ گوئی میں ممتاز ہیں لیکن
 رباعیان انھوں نے بھی نظم کہیں فردوسی - نظامی اور دہلوی ثنوی کے
 بادشاہ ہیں مگر رباعیاں ان کی بھی موجود ہیں۔ حافظ اور سعدی پشیر
 غزل گوئی سمجھے جاتے ہیں مگر ان کی بھی رباعیاں ان کے کلیات میں ملتی ہیں

اور ان شعرا کی اکثر رباعیاں ایسی بھی ہیں جو ختام اور ابو سعید کی رباعیوں میں مل کر اپنے کو اجنبی ثابت نہیں کرتیں۔

اردو کی رباعیاں

فارسی زبان اور فارسی شاعری ہندستان میں آنے سے قبل مکمل ہو چکی تھی شعرائے ایران جو ہندستان آکر آباد ہو گئے تھے اور شعرا ہند جنہوں نے انہیں ایلانیوں سے فارسی سیکھی تھی دونوں فارسی کی صہیف میں نظر کرتے تھے ہندستانیوں اور ایلانیوں کے اختلاط سے ایک نئی زبان عالم وجود میں آئی جو اردو کہلائی۔ کچھ عرصہ تک زبان عوام میں محدود رہی اور شاعروں نے کوئی توجہ اس کی جانب نہ کی بالآخر شاہان دکن نے اس کو ترقی دینا شروع کی امرا اور سلاطین کی توجہ سے شعرا بھی ابیدار

ہونے لگے نمونہ کیلئے شعرائے فارسی کا کلام تو موجود ہی تھا زبان میں لفاظ
 بھی بہت کچھ فارسی کے تھے اردو کے شاعر و کموز زیادہ وقت نہیں ہوئی
 اور انھوں نے ابتدا ہی سے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی شروع کر دی
 یہی سبب ہے کہ ہم کو اردو میں ابتدا ہی سے مرثیے، مثنویاں، قصیدے، غزلیں
 اور دیگر نظمیں ملتی ہیں۔

ادب کا اب تک کوئی شاعر ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے تمام
 اصناف سخن سے قطع نظر کر کے صرف باغی ہی نظم کی ہو بلکہ ہر ایک شعر
 نے قصیدہ، غزل، مثنوی یا مرثیہ پر کل قوت صرف کر دی اور ضمناً باعیاں بھی
 نظم کیں شعر کے ادویان اور کلیات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے
 کہ قریب قریب ہر شاعر نے دیگر اصناف نظم کے ساتھ ساتھ باعیاں

بھی کم دیش ضرور کہی ہیں لیکن ابو سعید - فضل - خیام وغیرہ کی طرح
 اردو میں ایک شاعر بھی ایسا نہیں ملتا جس نے صرف رباعیاں،
 کہی ہوں اور دوسرے صنف نظم کو ترک کر دیا ہو۔

خیام کا مسلک جس کی اس نے اپنی رباعیوں میں تبلیغ کی ہے
 مغرب کے آزاد اور زندہ دل لوگوں کے طبائع کے موافق ثابت چھو
 اس لئے اہل مغرب نے ان رباعیوں کو بہت پسند کیا اور ان کو
 ترقی دینا شروع کی اور انہیں کے ساتھ اور فارسی رباعی نگاروں کی
 رباعیاں بھی طبع ہوتی گئیں مرنہ صرف خیام کی رباعیوں کی تو ہر عہد
 میں قدر کی گئی باقی اور لوگوں کی رباعیاں کتب تذکرہ شعراء کی
 جلدوں کے باہر نہ آسکیں۔

شعراے اُردو نے رباعیوں میں بالعموم وہی مضامین باندھے ہیں
 جو وہ اپنی غزلوں میں نظم کیا کرتے تھے ان کی رباعیوں میں حمد و ثناء
 و ثنبت پسند و نصائح تغزل تصوف اور مجموعہ مضامین غزلوں میں
 ہوتے ہیں سب سے جو ہیں بعض دہائی شعرا کی باعیاں ہنسگامی و اوقات
 بھی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔

اُردو شاعری کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی ابتدا
 کس صنف سے ہوئی شعراے دکن اُردو کے سب سے قدیم شاعر معلوم ہوتے
 ہیں ان کے کلام میں ہر طرح کی نظمیں موجود ہیں لیکن مرثیہ اور مثنوی کا عنصر
 زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ درشاہان دکن سے تعلق
 رکھتے تھے اور شاہان دکن زیادہ تر مذہب شاعری کے پابند

اور محبتِ اہلبیت میں غلو رکھتے تھے اس لئے وہ اپنے اعتقاد کے باب
 نوابِ آخرت حاصل کرنے کے لئے خود بھی مرثیہ کہتے تھے اور ان کی خوشنوی
 کے لئے ان کے عہ کے شعرا بھی مرثیہ گوئی ہی میں مشغول رہتے تھے مگر
 شعر کی شنوایاں بھی عموماً نعتِ منقبت اور غزواتِ رسول پر مشتمل ہیں جس شعرا
 و براہ کی شنوایاں بادشاہِ وقت اور امرا کی مدح میں بھی ہیں شعرا کے دکن کے
 مصنفات میں باعیاں ہم کو ابتدا ہی سے ملتی ہیں مگر شروع میں وہی
 عاشقانہ رنگ کی ہیں آگے چل کر ولی کے زمانہ سے رابعیوں میں مصاب
 خاندانِ رسول کا بھی ذکر شروع ہو گیا اور ثنائیہ باعی کی ابتدا ہو گئی۔
 پھر سودا اور میر کے عہد سے ہجو اور مدح بھی شامل ہو گئی اور اس طرح
 اردو میں بھی رباعی کا بہت کافی لٹریچر ہو گیا۔

اردو کا پہلا رباعی گو دہی | اردو کے سب سے پہلے شاعر جن کے

کلام میں ہم کو رباعیان بھی ملتی ہیں نہ ظاہر نہ جہی معلوم ہوتے ہیں نہ جہی گو لکڑہ
 کے نہایت قدیم اور اول درجہ کے اردو ادیبوں میں تھے۔ یہ برابر ہم قطب شاہ کے
 زمانہ میں پیدا ہوئے اور محمد علی قطب شاہ کے دربار سے ان کا تعلق تھا جس کی
 طرح میں ایک ثنوی ”قطب شری“ تصنیف کی جواب تک جو ہے یہ نظم و نثر
 دونوں میں کمال رکھتے تھے انھوں نے کچھ رباعیاں بھی نظم کیں جن میں سے
 دو اردو مشہرے ”صفحو ۹۶ پر درج ہیں یہاں ایک باعی نمونہ کے طور پر
 بدیہ ارباب نظر کی جاتی ہے۔

خوش حال ہو جو کج خوشی پائائیں		پیتا ہوں شب لہو را اثراتائیں
کانٹیاں کے ضرب سے بھیج لیں سب		تجراج سکی باغ مجھے ہر تائیں

ولی دکنی | اردو کے دوسرے قدیم شاعر جن کے کلیات میں ابی

بھی شامل ہیں ولی دکنی ہیں یہ احمد آباد گجرات کے رہنے والے اور شاہ حبیب الدین کے خاندان سے تھے ان کی ولادت بہ عہد اورنگ زیب ہوئی اور محمد شاہ کے زمانے میں دہلی میں آ کر شاہ سدر اللہ گلشن کے مرید اور شاگرد ہوئے یہ کوئی تعلیم یافتہ آدمی نہ تھے البتہ صحبت یافتہ ضرور تھے۔ خاندانی تعلیم اور حسن صحبت سے کم علمی ظاہر نہیں ہونے پاتی تھی تصوف میں ایک چھوٹا سا رسالہ بھی تصنیف کیا جس کا نام "نور المعرفۃ" رکھا اور ایک یوان شان عار قُرب کیا جس میں غریب باعیاں قطعے محض وغیرہ ہیں رباعیان عموماً تغزل اور تصوف میں کہیں لیکن ایک باعی ثنائیہ بھی موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ثنائیہ باعیاں ولی کے زمانہ سے نظم ہونے لگی تھیں بلا خطہ ہو

کو نہیں حسین کامنوں ہے اس یادوں عشرت کا سینہ مخزنج

ایسوں کے اوپر وار کھا تلخ فلک جس داغ سوں لالہ کا جگر پرخوں ہے

سودا اور ہجو | دلی کے بعد سودا اور تیسر زبان اور نظم اردو کے پیغمبر

سمجھے جاتے تھے ان دونوں شاعروں نے بھی رباعیاں کثرت سے نظم

کیں۔ مگر بکراصان شع کے ساتھ ساتھ ضمناً کہیں سودا قصیدہ اور

ہجو کے بادشاہ تھے اور میر تقی تقصوت کے اور یہی مضامین ان کی

رباعیوں میں بھی پائے جاتے ہیں سودا نے بعض رباعیاں بادشاہ

وقت اور دوسا کی مدح میں کہی ہیں اور بعض اپنے معاصرین کی ہجو میں انکے

علامہ تغزل و قصوت اور ہندو اضلاع میں بھی بکثرت ہیں۔

سودا کے معاصر ایک مولوی ندرت کشمیری تھے جو اکثر ان کی ہجو کا

کرتے تھے اور اپنے دیگر معاصرین کی بھی ہجو کہتے تھے مرزا صاحب ایک رباعی انہیں باتوں کو پیش نظر رکھ کر ان کی ہجو میں فرماتے ہیں :-

گھر جو پہ سودا کی اسے رغبت ہے کرنے دو کہ گیدی کے تئیں جوت ہے
موزون کرے شعر کو اپنے احمق کرتا پھرے ہجو لوگوں کی ندرت ہے

نماہن ریائی کی اکثر شعرائے فارسی وارڈو نے خبر لی ہے سودا نے
بھی اپنی غزلوں اور دوسری نظموں میں ان کی ہجو میں بہتے اشعار کہے
ہیں یہاں ہم ایک رباعی جو ایسے زاہدوں کی ہجو میں ہو پیش کرتے ہیں
اے شیخ حرم تک نہ تجھے جانا آنا یہ طوف جولا ہے کاہتے تانا بانا
پہچانے گا داں کیا اسے حیراں ہوں جس کو حرم دل میں نہ تئیں پہچانا
میر | میر تقی میر کی رباعیوں میں بھی ان کی غزلوں کی طرح تصنیف

اور تغزل زیادہ ہے کچھ رباعیاں حمد و نعت اور پند و نصائح میں بھی ہیں
بعض بے ثباتی دنیا کے متعلق ہیں اور کچھ رثائیہ بھی میر صاحب کی
ایک رباعی جو تغزل میں ہے ملاحظہ ہو۔

پرودہ نہ اٹھاؤ بے حجابی نہ کرو	ہوئے گی قیامت اک شیبانی نہ کرو
عالم عالم بسی ہے حلق عالم	یرباد نہ دو ابھی حسرابی نہ کرو

ایک رثائیہ رباعی مصائبِ شہداء علیہ السلام میں اس طرح فرماتے ہیں۔

اُترا تھا غیب سے نہ کناے آکر	لب خشک مواسو نوہ چشم حیدر
تر حلق دم آجے اس کا نہ ہوا	اے آپ نہ خاکِ تیرے سر پر

حضرت خواجہ میر درد نے بھی کچھ رباعیاں نظم فرمائی ہیں نمونہ کی رباعی ملاحظہ ہو

رباعی

مدتیں باغِ بوستان کو دیکھتا	یعنی کہ بہارِ او خربستان کو دیکھا
جو کہ کب تک تیشاں نظری	اُس مُوندے آنکھِ سہجہاں کو دیکھا

میر حسن | مرزا فیح سودا اور سیرتقی حیر کے معاصر اور تتبع اپنے اخلاف
 کے استاد اسلاف کا فخر جناب میر غلام حسن صاحب حسن مصنف ثنوی
 ”سحر البیان“ ہیں آپ کی ولادت دہلی میں اور وفات لکھنؤ میں ہوئی۔ عمر کا
 زیادہ حصہ فیض آباد میں بسر ہوا دنیا کے شاعری میں آپ کی شہرت قبولیت
 آپ کی ثنوی مذکورہ کی بدولت، حقیقت آپ تمام اصناف نظم پر قادر
 تھے جس کے ثبوت میں آپ کا کلیات موجود ہے اس میں متعدد ثنویان
 دیوان غزلیات رباعیات قصائد مسقط ترجیع بند اور ابیات شامل ہیں
 نثر میں اردو شعر کا تذکرہ مرثیہ کیا جو طبع بھی ہو گیا ہے آپ نے مرثیے اور
 سلام بھی نظم کئے مگر وہ بہت کم کیا ہیں کلیات میں آپ کی رباعیات
 سوسے متجاوز ہیں جن میں زیادہ تر حمد و نعت و منقبت و مرثیت تصوف

ہندو نصائح اور مسیح پرستوں میں ایک کثیر تعداد پسران اہل حرفہ کی طرح ہیں۔
 ناظرین کی دلچسپی کے لئے ہم یہاں چند رباعیاں مختلف موضوعات کی حوالہ
 قرطاس کرتے ہیں۔ وحدت وجود کے متعلق ایک رباعی اس طرح فرماتے ہیں۔

ظاہر بھی تو ہی ہے اور نہاں بھی تو ہی	معنی بھی تو ہی ہے اور بیاں بھی تو ہی
دونوں عالم میں تجھ سوا کوئی نہیں،	یاں بھی تو ہی ہے اور وہاں بھی تو ہی
وہات کر بلا کے متعلق کئی رباعیاں ہیں ہم یہاں صرف ایک رباعی پیش کرتے ہیں۔	

کیا وحش طیور انسان جان عالم میں	جو ہیں حسرت وہ بونے ہیں اس غم میں
روشن نہ سمجھ صنوبر پر قفس رہیں	جلتے ہیں یہ دل حسین کے ماتم میں

چند رباعیاں نواب شجاع الدہلوی بادشاہ اودھ کے انتقال پر نظم کیں جن میں
 سے ہم ایک رباعی یہاں پیش کرتے ہیں اس رباعی میں ایک خصوصیت

یہی ہے کہ اس سے اس ن کی موسمی کیفیت بھی معلوم ہوتی ہے :-

دیتے تو دیا فلک نے صدہ حسن | برابر کے ہونے سے ہی تھاروٹن

پڑے کچھ کہ ماتم شجاع الدولہ | اس نے بھی لیا تھالنے منہ پڑمن

پسران اہل حرفہ کی مَح میں کثرت سے رباعیاں ہیں ہم یہاں ایک باغی جو
پسر گاد کی مَح میں ہے تحریر کرتے ہیں :-

اس دھوبی کے لڑکے کو جو میں کل پایا | دل ہاتھوں اسکے اپنا بیکل پایا

کیا جانے میل خاطر اس کی کیا ہے | جی جامہ کو اس نے جو مرے کھلایا

اس باغی میں ”دھوبی“ ”میل“ ”جامہ“ اور کھلایا ”میں صنعت مرعات نظیر

ہے اور کل پایا ”بیکل پایا“ اور کھلایا ”میں صنعت تجنیس ہے -

میر خلیق | میر حسن مرحوم کی رباعیاں ان کے کلیات میں محفوظ

ہونے کی وجہ سے پہچان لی گئیں لیکن باوجود کوشش میر خلیق مرحوم کی
 رباعیاں دستیاب نہیں ہو سکیں اسکے کئی درجہ ہیں اول تو یہ کہ شاعر ہر باغی
 میں اپنا تخلص لانا ضروری نہیں سمجھتا اس وجہ سے تمیز نہیں ہو سکتی دوسرے
 یہ کہ ربائی میں جو ایک چھوٹی سی نظم ہوتی ہے ایک شاعر کے رنگ کا دوسرے
 کے رنگ سے امتیاز کرنا بہت دشوار ہے خصوصاً جبکہ سب نے ایک ہی قسم
 کے مضامین نظم کئے ہوں اور ایک ہی گھر اور ایک ہی خاندان کے
 افراد ہوں اس لئے کہ اس میں تو زبان بھی بہت کچھ ملتی جلتی ہوئی ہوگی۔

ہمارے پاس ایک بیاض درجہ جس میں میرزا نیرس مرحوم اور ان کے اہلانات
 و اخلاف کی اکثر رباعیاں لکھی ہوئی ہیں لیکن ان میں امتیاز بہت دشوار ہے
 صرف ہر رباعی میں جو کتابوں میں چھپی ہوئی موجود ہیں یا لوگوں کے سینوں میں

محفوظ بن پچانی جاسکتی ہیں۔ ہم کو میر خلیق مرحوم کی صرف ایک سندی
 رباعی ملی ہے وہ ہماری بیاض میں بھی موجود تھی مگر ہم لاعلم تھے کہ یہ
 جناب سید مسعود حسن صاحب ضوی ریڈر لکھنؤ یونیورسٹی سے تذکرہ کرنے
 سے معلوم ہوا کہ وہ میر خلیق مرحوم کی ہے۔ اس کی سند یہ کہ پروفیسر
 صاحب صوفیہ خیاب آرزو صاحب نے بیان کیا ان سے ان کے
 والد سید ذاکر حسین صاحب یا اس مرحوم نے اور ان سے ان کے
 استاد میر نواب صاحب تونس نے فرمایا کہ بھائی صاحب (میر نواز مرحوم)
 اکثر فرمایا کرتے تھے کہ زبان جلیسی بابا جان میر خلیق مرحوم نظم کرتے ہیں
 ہم کو بھی نہیں آئی اور اس کی مثال میں رباعی ملتے تھے ملاحظہ ہو۔
 عابد جو اٹھا کے برنج و انڈا آئے | اک شور ہوا کہ شاہ والا آئے
 ہجھ لیاں آئیں تو کہا صغرائے | کچھ تم نے سنا ہمارے بابا آئے
 نسخہ غل تھا کہ وطن میں شاہ والا آئے۔

میرخلیق مرحوم کا زمانہ مرثیہ کے شباب کا زمانہ تھا وہ پیرانا فقرہ ”بگڑا شاعر
 مرثیہ کو“ اس زمانہ کے مرثیہ گویوں پر صادق نہیں آتا تھا بلکہ مرثیہ گوئی ان
 حد سے گزر کر بام ترقی پر پہنچ گئی تھی۔ میرخلیق مرثیہ فصیح۔ میاں دلگیر اور
 میسر میر کے مرثیہ ادب اُنڈے کے چہرے پر دامن میں لے میں یہ میثیہ فصاحت
 سلاست و محاورات تخیلی محاکات اور صفائی بندش حسن اور ادب کے اچھے
 خاصے نمونے ہیں اور وایات کا مجموعہ اور مناقب مصائب البیست کا مخزن
 ہیں اس عہد کی باعیاں بھی ایسی ہی ہیں میرخلیق مرحوم کی ایک باعی بُری
 شکل سے دستیاب ہوئی جو اس سے قبل درج کی گئی :-

میسر میر کی کچھ رباعیاں ان کے مرثیوں کی جلدوں میں طبع ہوئی ہیں
 ان رباعیوں سے بھی اس زمانہ کے مذاق شاعری اور مرثیہ گوئی کا انداز ہوتا ہے

مرثیہ کا عروج اور اس کی رباعی سے تعلق | شاہان اودھ نے مرثیہ کا یہ

کے بابت تھے اور امر اردو سا بھی علی العموم شیعہ تھے غیر شیعہ حضرات بھی متعصب

نہ تھے عزاداری بڑے جوشن انہماک سے ہوتی تھی شیعوں کے علاوہ اہل سنت

داخل نہ ہو بھی تعجب نہ رکھتے تھے اور مجلسیں کرتے تھے اور ان مجالس میں

عموماً مرثیہ خوانی ہوتی تھی اس زمانہ میں مرثیہ خوانی کے دو طریقے تھے

ایک طریقہ تحت اللفظ خوانی کہلاتا تھا جو غالباً اسی زمانہ کے قریب

شروع ہوا تھا اور دوسرا طریقہ سوز خوانی کہلاتا تھا جو بہت پرانا طریقہ تھا

تحت اللفظ خوانی اپنا یا کسی دوسرے مرثیہ گو کا تصنیف کیا ہوا مرثیہ منبر پر

سہ یہ ضروری نہ تھا کہ مرثیہ خوان (تحت اللفظ خوان) مرثیہ گو بھی ہو یعنی لوگ مرثیہ خوانی سیکھ کر کسی مرثیہ گو سے اس کا پڑاؤ کر لی باز کا پڑھا ہوا مرثیہ مانگ لیتے تھے اور مجلسیں جا کر پڑھتے اور خود پڑھتے تھے۔
 ماسعین ان کے پڑھنے کی تعریف کرتے اور رونے کے عمل پر رشتے بھی تھے چنانچہ میر تقی میر کے مرثیہ خوان شاگردوں میں سید محمد میر صاحب بہترین پڑھنے والے تھے یہ مرثیہ گو نہ تھے لیکن ان کا پڑھنا استاد سے بہت اچھا تھا۔

بیٹھ کر ایک مخصوص انداز سے پڑھتا تھا اور آواز کی بلند وستی اور جہتم
 وادرو کے اشاروں سے اپنے ہر مصرع کے مطالبہ معانی کی صورت گیری کرتا
 تھا اور اپنی اس ایکٹنگ سے مجمع پر اثر ڈالتا تھا اور اپنے کمال خواندگی
 سے پوری مجلس کو اس طرح قابو میں کر لیتا تھا کہ جب چاہتا تھا مجلس میں
 واہ واہ سبحان اللہ ہونے لگتی تھی اور جب گریہ کا محل آتا تھا تو پورا مجمع
 بے اختیار رونے لگتا تھا اور مساعین کی آنکھوں میں واقعات کربلا کا
 نقشہ کھینچ جاتا تھا۔ لے

مرثیہ خوانی کا دوسرا طریقہ جو سونہ خوانی کہلاتا ہے اس کا تعلق محسن

لے مولف کے بعض بزرگ مجلس میں موجود تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغیر موعود
 دلائم کی بارہ دہریں مجلس پڑھ رہے ہیں اور اہل مجلس خوب توجہ سے سن رہے ہیں کہ میر بغیر نے
 یہ مصرع پڑھا ”وہ گردہ اٹھی وہ جگر بندہ تراب آیا“ اور ہاتھ سے ایک سمت اشارہ کیا پوری
 مجلس سی طرف مگردہ دیکھنے لگی۔ یہ بھی کلام اور خواندگی کی تاثیر کہ لوگ گویا مسحور چلنے سے۔

اور فن موسیقی سے ہے بعض ماہرین فن موسیقی گانے بجانے سے توہ
 کر کے سُوز خوانی کرنے لگتے تھے مرثیہ گو ان لوگوں کو چھوٹے چھوٹے
 مرثیے کہہ کر دیتے تھے اور یہ لوگ مجلسوں میں جا کر ان مرثیوں کو قواعد
 موسیقی میں ادا کرتے تھے اور اہل مجلس کو رلاتے تھے ۔

تحت اللفظ خوانوں اور سوز خوانوں نے یہ حصول بنالیا تھا کہ
 ذاکری کی تبادر با عیوں سے کرتے تھے اسکے بعد ایک یاد و سلام پڑھتے
 تھے اور آخر میں مرثیہ پڑھا جاتا تھا مرثیہ شروع کرنے سے قبل یا عیاں
 اور سلام صرف مجلس کو متوجہ کرنے کے لئے پڑھتے تھے ۔ پس مصلوب پر

۱۔ ہر سوز خوان کے ساتھ چار آدمی یا کم از کم دو آدمی اور ہوتے ہیں جو اسکے دونوں
 پہلوؤں پر بیٹھتے ہیں یہ اس کے بازو کھلانے میں اور ایک طرح کے مددگار ہوتے ہیں مجلس میں
 انکے لئے ایک چم کی بچھائی جاتی ہے جس پر لوگ میٹھ کر پڑھتے ہیں سوز خوان صرف مجالس غزل
 پڑھتے ہیں محافل عیش و نشاط میں نغمہ سرائی نہیں کرتے ۔

یہ لوگ اب بھی ایک تک عالمینِ مرثیہ خوانوں کے اس صُؤل اور
 اس کی پابندی سے رباعی کے لٹریچر میں بہت بڑا اضافہ ہو گیا
 اور ہر مرثیہ گو کی متعدد رباعیاں بھی عالم وجود میں آ گئیں مرثیہ گو عموماً
 غزل کم کہتے ہیں اور اگر کہتے بھی ہیں تو ان کو مشہور نہیں کرتے ان کے
 کلیات مرثیہ سلام اور رباعیات شتہل ہوتے ہیں۔

انیس و معاصرین میں انیس | میر نہیں ۱۹۱۷ء میں فیض آباد

محلہ کلاب باڑی میں پیدا ہوئے وہیں مختلف علوم و فنون کی تعلیم
 حاصل کی ابتدائی تعلیم ان کے پدر عالی مرتبت جناب خلیق نے

۱۷ سلام غزل کے طرز کی دس بارہ شعر کی نظم ہوتی ہے جس میں اخلاقی مضامین اور
 فضائل و مصائب آلِ رسولِ نظم کے جاتے ہیں بیشتر یہ نظم فقط سلام یا مجرایا اسلامی یا مجری
 سے شروع ہوتی تھی اب اس کی پابندی نہیں رہی سلام رباعی اور مرثیہ کے
 درمیان پڑا جاتا ہے۔

دی اسکے بعد اور صاحبان کمال سے درسی کتابیں پڑھتے رہے
 انیس نے علاوہ کتابی تسلیم کے مناظر فطرت بہت کچھ سبق لیا
 تھا شعرائے اردو میں میر انیس کا ایسا قوانین فطرت کا ماہر اور علم النفس
 کا عالم شبلی سے کوئی دوسرا نکلتے گا۔ ان کے پیش نظر اساتذہ اردو
 و فارسی کا کلام تھا گھر میں علم ادب کا ہر وقت چرچا رہتا تھا ان
 سب کے ساتھ ان کی خداداد ذہانت نے ملکر ان کو شاعری کے
 فلک الافلاک پر پہنچا دیا تھا جہاں اب تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکا
 میر انیس کے زمانہ میں مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی معراج کمال پر
 پہنچ گئی تھی شاعری اور مرثیہ گوئی کے قدردان موجود تھے جس کی
 طبیعت میں ذرا بھی موزونی ہوتی تھی وہ شاعر بن جاتا تھا اور جو شخص کچھ

پڑھا ہوا بھی ہوتا تھا وہ مرثیہ خوانی کرنے لگتا تھا۔ میرا نہیں کے
 عہد میں بہت شعرا اور مرثیہ گو تھے۔ لیکن ان میں صرف چند شعرا
 کا کلام جس میں باقی سہنے کی صلاحیت تھی باقی رہا ورنہ بیشتر شعرا
 کا کلام بھی ان کے ساتھ ہی ساتھ فنا ہو گیا اور فنا ہوتا جا رہا ہے
 انیس کے معاصرین میں مرزا دستگیر مرثیہ گو یوں ہیں خاص درجہ رکھتے تھے
 اور غزل گو یوں میں مرزا غالب آتش اور ناسخ بلند پایہ کے شعرا تھے
 ان شعرا کے غزل گو کی رباعیاں عموماً عاشقانہ اور ہنسنگامی میں اور
 زیادہ تر بادشاہ وقت اور روسا کی مَح یا شکر یہ یا شکایت یا معذرت
 میں ہیں مرثیہ گو یوں کی رباعیوں میں دنیوی معاملات کمتر ہیں اور عموماً
 مذہبی حیثیت رکھتی ہیں ان میں فضائل و مضائب اہل بیت نظم ہیں

یا صوفیانہ اور اخلاقی مضامین مرزا دبیر صاحب مرحوم اور میر عیش صاحب
مرحوم کی رباعیاں بھی کثیر التعداد ہیں جو ان کے مرثیوں کے ساتھ طبع
ہوئی ہیں۔ یا لوگوں کے پاس قلمی بیاضوں میں موجود ہیں :-

مثنوی مضمون رباعیان | ان حضرات کی بہت سی رباعیاں

مثنوی مضمون میں جن کو پڑھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے مصنفین
نے ان کو مقابلہ نظم کیا ہے اور بظاہر یہ اس طرح ہے کہ ایک مضمون
کسی شاعر نے نظم کر کے پڑھا اس کے حریف کو اس کی طالع ہوئی اگر
مضمون پسند آیا تو اس نے بھی طبع آزمائی کی اور اکثر اوقات بہتر نظم
کیا۔ یہ مقابلہ مینیس اور مرزا دبیر میں بیشتر ہوتا رہا میر عیش نے بھی مقابلہ
کی رباعیاں کہیں مگر بہت کم۔ کچھ رباعیاں ان حضرات کی ایک دوسرے

کی تعریض اور چوٹ میں بھی ہیں اس مجموعہ میں متحدہ ہندوستان اور جوبالی ربا عیاں خطبہ
 نجفی اسی ربا عی کے نیچے تحریر کر دی گئی ہیں جس کا وہ جواب ہے، لیکن
 ہماری غرض اس سے کوئی موازنہ نہیں ہے اور نہ ہمارا ارادہ تنقید کرنے کا
 ہے یہ کام ہمنے ناظرین کے لئے چھوڑ دیا ہے :-

مُعاصِرین کی رُباعیوں کا نہیں کی | کاتبوں دراصل مطابع نے اردو لٹریچر
 رُباعیوں کے ساتھ اختلاط پر ایسا دستِ تسلیم دراز کیا ہو کہ شل سے
 اردو زبان کی کوئی کتاب غلطیوں اور تحریفوں سے پاک نظر آئے گی سب
 زیادہ مرثی کی جلدیں اس مصیبت میں مبتلا ہیں مرزا صاحب کے مرثیوں
 کے بند میر صاحب کے مرثیوں میں شامل کر دئے ہیں اور میر صاحب کے
 مرثیوں کے مرزا صاحب کے مرثیوں میں سی طرح متحدہ ربا عیاں ایسی ہیں

جو مرزا صاحب کی جلد میں بھی موجود ہیں اور میر صاحب کے یہاں بھی
 بعض رباعیاں انیس کی جلد میں بھی چھپی ہوئی ہیں اور مونس کے یہاں بھی
 موجود ہیں کچھ رباعیاں ایک طرح پر انیس کی جلد میں چھپی ہیں اور معمولی تغیر
 سے دبیر مونس کی جلد میں بھی لکھی ہوئی ہیں ان رباعیوں کا امتیاز
 بہت مشکل تھا بہر حال ہم نے امکانی کوشش سے دریغ نہیں کیا اور پرانی
 بیاضوں و نسخوں کا مطالعہ اور مقابلہ کر کے اور ہزرگوں سے تحقیق کر کے
 جو رباعیاں یقینی طور پر میر انیس کی معلوم ہوئیں وہ اس مجموعہ میں درج
 کر دیں اور جو دوسرے شعر کی طرف بھی منسوب نظر آئیں وہ اس
 مجموعہ میں شامل نہیں کی گئیں یا ان کے متعلق فٹ نوٹ تحریر کر دیا
 گیا۔ ان احتیاطوں کے باوجود ممکن ہے کہ دوسرے شعر کی بعض رباعیاں

اس تحریر میں شامل ہو گئی ہوں۔

رباعیات میر انیس

ہم ادھر لکھ چکے ہیں کہ شعرائے اردو نے رباعی کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی انھوں نے دوسری نظموں پر مستقلاً اپنی کل قوت صرف کی اور ضمناً کچھ رباعیاں بھی نظم کر لیں۔ یہی دستور مرثیہ گوئیوں کا بھی ہمیشہ رہا لیکن جب سے مرثیہ گوئیوں نے ہر مرثیہ کے ساتھ چند رباعیاں نظم کر کے پڑھنا اپنا شعار بنالیا اس وقت سے ہر مرثیہ گوئی کثیر تعداد میں رباعیاں جمع ہوتی گئیں۔ میر انیس مرحوم بھی ہمیشہ اسی دستور کے پابند رہے اور اپنے اساتذہ اور متقدمین شعرا کی طرح انھوں نے بھی رباعیوں کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ وہ عموماً مرثیہ کی تصنیف سے فرصت پانے کے بعد

اور بعض اوقات مجلس میں جاتے وقت سلام اور رباعیاں نظم کرتے
تھے کبھی راہ میں نظم کر لیتے تھے اور مجلس میں جا کر پڑھ دیتے تھے بعض
رباعیاں مجلس میں پہنچ کر اوزم جمع کو دیکھ کر نظم کی ہیں :-

رباعیوں کی تقسیم | آسانی کیلئے ہر قسم میں کی رباعیوں کو

تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے (۱) مذہبیات (۲) اخلاقیات (۳) دنیائی

حالانکہ ان کی کل رباعیاں مذہبیات ہی کے تحت میں آتی ہیں اول الذکر

میں حمد و نعت و منقبت اور معتقدات و مرانی شامل ہیں -

حمد کی رباعیوں میں کچھ صوفیانہ مذاق کی ہیں اور کچھ جنابِ تبارک

کے صفات سے متعلق ہیں مثلاً اس کی صفت زرقانی ستاری غفاری

جو دو کرم رحم و عدل وغیرہ نعت میں جنابِ سولِ مقبول کے فضائل

میں چند رباعیاں ہیں اور منقبت ہیں چند حضرت امیر المومنینؑ کے متعلق
 چند رباعیوں میں جناب سولنجا اور جناب امیر علیہا السلام کے فضائل
 مشترک طور پر نظم ہیں۔ کچھ رباعیاں امام حسین علیہ السلام اور شہدائے
 کربلا کے فضائل میں ہیں اور ایک ائمہ اثنی عشر کی طرح میں ہے۔

معقولات | ایک ٹی تعداد رباعیوں کی مستقدمات میں ہے
 جن میں زیارت کربلا و نجف کے فضائل زمین کربلا و نجف میں دفن
 ہونے کے فضائل زائرین کے فضائل خاک کربلا و نجف کی فضائل
 عزراخانہ کے فضائل ذاکرین اور سامعین اور شرکائے مجالس یکنے
 فضائل کا تذکرہ ہے۔

میر انیس کے مذہبی عقائد بالکل یہی تھے جو ایک شیعہ مسلمان

کے ہونا چاہئیں وہ خدا کو وحدہ لا شریک رحیم و کریم فادر مطلق۔ رزاق
 عادل اور تمام صفات ثبوتیہ سے متصف اور سلبیہ سے بری جانتے
 تھے جناب محمد مصطفیٰ کو اس کا بنی آخر سمجھتے تھے اور آنحضرت کے
 جتنے فضائل کتب تاریخ و حدیث میں منقول ہیں ان پر عقائد رکھتے تھے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور گیارہ
 اماموں کو رسول کا جانشین سمجھتے تھے رسول اللہ اور ان کے ولایت کچھ
 تمام انبیاء سلف سے افضل جانتے تھے اور ان کی عصمت پر ایمان
 رکھتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا واجب جانتے تھے اور
 مجلس عزاکر بنا اور عزاداری اہل اسلام کا فرض سمجھتے تھے ان کے
 مہیشے سلام اور رباعیمان ان کے اعتقادات پر شاہد ہیں ان کا

عقیدہ تھا کہ زندگی میں جتنا زیادہ زیارت کربلا و نجف مشرف ہو
 آخرت میں اس کا اجر زیادہ ہوتا جائے گا۔ اور اگر نجف اشرف یا
 کربلائے معلیٰ میں قبر نصیب ہو تو ہے نصیب نہیں کی تمام عمر بھی
 آرزو ہی جس کا انھوں نے اپنی رباعیوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا
 مذکورہ بالا مضامین ایک مخصوص فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن
 مائیںس کی مضمون آفریں طبیعت نے ان میں بہت کچھ ندرت اور نازکی
 پیدا کر دی ہے انھوں نے ایک ہی موضوع میں مختلف مضامین
 پیدا کئے اور ایک ہی موضوع کی ہر رباعی میں ایک صیغہ اور اچھوتا خیال
 نظم کر کے ہر رباعی کو مستقلاً ایک تازہ تخیل کا حامل بنا دیا اس کا
 نتیجہ یہ ہوا کہ اردو لٹریچر کے قدردانوں کے لئے بلا لحاظ مذہب و ملت

اُن کی ہر باعی مقبول و مطبوع ہو گئی مثلاً شوق زیارت کربلا و نجف

فضیلت خاک کربلا و نجف فضائل گریح عزادارہ - یح چشم عزادارہ - یح

شک عزادار اور اسی قسم کے دوسرے مضامین میر انیس کی قوت تخیل

اور مضمون آفرینی سے ہر ایک کے لئے دلچسپ اور ہر ایک کے لئے مطبوع و مقبول ہو گئے

مصائبِ اہلبیتؑ سؤل کے مصائب میں بھی میر انیس نے اتنی

رباعیاں کہی ہیں کہ اگر سب باعیاں بالترتیب ایک جگہ جمع کی جائیں تو

مصائبِ اہلبیتؑ کا ایک مکمل مقتل تیار ہو جائے۔ ان میں شہادت

امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق چند رباعیاں ہیں اس کے بعد امام حسین

علیہ السلام کی مزی سے روانگی کربلا میں و خلعِ اہلبیتؑ پر کھانے پانی کی

لے موجودہ مجموعہ رباعیات اسی طرح ترتیب دیا گیا ہے :-

بندش امام حسین علیہ السلام کی حضرت زینبؓ رخصت شہادت حضرت
عباسؓ و حضرت علی اکبرؓ و علیؓ و قاسمؓ ابن حسنؓ، شہادت خرا بن زید
ریاحی اور شہادت پسرانِ مسلم آخر میں حضرت عابد علیہ السلام کا مصائب
امام حسین علیہ السلام پر مادم حیات گریہ کرنا اور اسی طرح کے دیگر مصائب
آلِ سُولؐ سے متعلق بہت سی رباعیاں ہیں:-

مواعظ و اخلاق | تذکروں کو پڑھ کر اور ہر گوس سے سن کر ہمیں

اس بات کا پورا علم ہو جاتا ہے کہ جن محاسن کی میرانیس نے تسلیم
دی ہے وہ سب خود ان کی سیرت میں موجود تھے اور وہ ان پر عاقل بھی
تھے علاوہ مذہبی اور عقادہی پابندیوں کے ان کی سیرت میں عجز و جفا
تواضع و خاکساری فقر و استغنا قناعت و توکل غیرت جیاعت نفس

اور صاحبانِ دولت سے بے پروائی نمایاں طور پر موجود تھی۔ ان کی
 ربا عیاں بتاتی ہیں کہ وہ بجز خدا و رسول اور الہیت کے رؤسائے
 دنیا کی مرج سرائی اپنے لئے تنگ و عار سمجھتے تھے الہیت کی مرج پر
 ان کو اتنا ناز ہے کہ اس کی بدولت وہ اپنے کو بڑے بڑے بادشاہوں
 سے افضل جانتے ہیں وہ اگر کسی مقام پر اپنی آپ تعریف کرتے ہیں
 تو محض اس خیال کے ماتحت کہ مداحی الہیت کی بدولت ان کو میرتبہ
 نصیب ہے جیسا کہ رباعی مذکورہ ذیل میں فرماتے ہیں۔

شہرہ ہر سو جو خوش کلامی کا ہے باعثِ مرج امام نامی کا ہے،
 میں کیا آواز کیسی پڑھنا کیسا آقا یہ شرف تیری غلامی کا ہے،
 ان کو عزت نفس کا اتنا خیال ہے کہ بڑے سے بڑے رئیس و بادشاہ

تک کا بار احسان اٹھانا اپنی ذلت کا باعث جانتے ہیں ان کے
 صہل کے ماتحت فقر میں استغنا اور خدا کی دہی ہوئی نعمت پر قناعت
 انسان کے لئے کافی ہے۔ اسلئے وہ حرص و طمع اور ہوس دنیا کو
 برا کہتے ہیں اور اہل دنیا کی خوشامد کو حقیر اور ذلیل بات سمجھتے ہیں اور
 خلاف مردانگی تصور کرتے ہیں چنانچہ ذیل کی رباعی میں وہ اپنے اس
 خیال کو ادا کرتے ہیں:-

قانع ہو جو کچھ ہمت مردانہ ہے کیوں صحبت اہل زر کا پر دانہ ہے
 خاکہ شمار نعمت حق کے لئے جو دانہ ہے تسبیح کا اک دانہ ہے
 ان کی نظر میں دنیا ایک بگڑی ہوئی اور یہاں کا جاہ و جلال و متاع
 و مال سب بانی اور ناپائیدار اسلئے وہ دولت دنیا کی طرف نظر نہ کرتے

تھے اور نہ اہل دنیا کو نگاہِ وقوع سے دیکھتے تھے ان کی نظر ہمیشہ عقلی
کی طرف رہتی تھی اور اسی کو بہتر بنانا اپنا کارنامہ حیات اور مآلِ
زندگی جانتے تھے۔

وہ بہت سی بُرائیوں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں مثالیں
دیدیکھان کے نقصانات سے مطلع کرتے ہیں اور ان کے ترک کر دینے
کی تعلیم دیتے ہیں مثلاً تند خوئی کی مذمت میں یل کے مصرعے قابلِ لحاظ ہیں۔
پاتا نہیں تند خو کہ دُور ت کے سوا دامن میں ہوا کہ کچھ بجز خاک نہیں
کبر و غرور کی مذمت اس طرح کرتے ہیں ادرِ فعل سے باز رہنے کی طرح بتا کر نہیں
اتنا غصہ و رکر کہ مرنا ہو تجھے آرام ابھی قہر میں کرنا ہے تجھے
لکھ خاک پہ سوچ کر ذرا پادشاہی اک روز صراط سے گزرنا ہے تجھے

ایک دوسری رباعی میں غزور کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

نازاں ہوئے تم بہن کے پوشاک سفید ٹہرتی گئی دن رات سیاہی ل کی

ذاتیہ | اس باب میں ایسی رباعیاں ہیں جن کا کسی نہ کسی طرح انیسویں

کی ذات کے تعلق ہے کچھ رباعیاں اس میں کی مواعظ و اخلاق میں بھی،

شامل کر دی گئی ہیں۔ ذاتیہ رباعیوں میں کچھ رباعیاں تو ایسے مضامین

کی ہیں جو عام شعور کا معمول بہ ہیں مثلاً "خود دوستانی" "حساد کی شکایت

زمانہ کی شکایت" اپنے مصائبِ آلام، کسادِ بازار، اور اپنی بد نصیبی و ستانی

درجہ اول نمبر ہے لیکن شعرا کے لئے جائز سمجھی جاتی ہے اور شعرا کی زبان میں

اس کو فخریہ کہتے ہیں تمام شعرا کے عربی و فارسی و اردو فخریہ شعرا کہ گئے ہیں

اور ان پر کسی نے بد اخلاقی کا الزام نہیں لگایا جس طرح عرب میں ایک سپاہی

اپنے تدمقابل کے سامنے جا کر جہز پڑھتا تھا اور بہ فخر اپنی بہادری،
 اپنے گھوڑے، اپنی تلوار، اور اپنے ہاتھ کی قوت کی تعریف کرتا تھا،
 بالکل اسی طرح ایک شاعر بھی اپنی قادر الکلامی، اپنی زبان، اپنے
 محاورات، اپنی تخیل، اپنی مضمون آفرینی کی ستائش کرتا ہے۔ اور
 جس طرح ایک سپاہی اپنے حریف مقابل کو ہج و پوچ کمزور پست ہمت
 اور ہر طرح کی کمزوریوں کا مجموعہ سمجھتا تھا بالکل اسی طرح ایک شاعر بھی اپنی
 حریف کو ہر جہت سے اپنے سے کمتر پست تر اور ذلیل سمجھتا ہے بلکہ
 اس کا مقابل ہذا اہل دنیا کی بدنامی اور زمانہ کی کساد بازاری اور اپنے
 ادنیٰ ظلم خیال کرتا ہے لیکن میٹریس نے اس خود ستائی اور فخر کو بُرا سمجھتے
 ہوئے بعض باغیوں میں اس کا دفعِ ظل کر دیا ہے اور فرما دیا ہے کہ

مجھ کو نہ پڑھنا آتا ہے اور نہ نظم کرنا بلکہ یہ شہرت جو حاصل ہو گئی ہے
محض امام کی طرح سرائی اور غلامی کی بدولت ہے، جیسا کہ ہم نے اس سے
قبل ذکر کیا۔

شاہ اودہ کی طلب پر | میرائیس اپنے صہول کے پابند اور بات کے
میرائیس کا اہکار | پختے تھے ان کے صہول کا ٹوٹنا اور ان کے

منہ سے ایک بات نکل کر اس کا ستر ہونا ناممکن تھا ایک مرتبہ واجد علی شاہ
بہادر بادشاہ اودہ نے اپنی کسی بیگم کی فرمائش سے بغیر میرائیس کو مطلع
کئے مجلس کے رقعے چھپو کر تقسیم کر دیئے اور مجلس میں ایس کی خواندگی
کا اعلان بھی کر دیا۔ ایس کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی کہ بغیر ان کی اطلاع
کے کیوں ان کی ذاکری کا اعلان کیا گیا عین مجلس شروع ہونے کی وقت

چو بدار مجلس میں بلائے آیا انیس نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے وزیر کو بھیجا

اس پر بھی نہیں گئے آخر مجلس میں مرزا صاحب بلا کر پھولے گئے۔

حیدر آباد میں دستار کا واقعہ | ایسا ہی حیدر آباد کن میں اتفاق

ہوا میرٹھس کو نواب تھوڑے جنگے محوم نے طلب کیا اور ہمارے انہی میں

کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اکثر اور دوسانہیں کے فرد و گاہ پر

ملنے آئے بعض نے اپنے مکان پر دعوت کی مختار الملک زبیر نظام

نے بھی دعوت کی لیکن یہ شرط کر دی کہ درباری لباس میں تشریف

لائیں خود مختار یا ستول میں یہ قاعدہ ہے کہ بادشاہ اور امرا اور دوسا کے

دربار میں بغیر ہاں کی مخصوص فرستار اور ڈاب نگاہے باریابی نہیں ہو سکتی

بغیر ان چیزوں کے جانا دربار اور رئیس کی توہین سمجھا جاتا ہے لیکن

میرانیس کی عتہ نفس کب گوارا کرتی تھی کہ وہ ان قیود کے ساتھ دربار میں جائیں۔
 پھر حکیمان کو مختار الملک سے ملنے کی کوئی آرزو بھی نہ تھی انھوں نے فوراً جواب
 دیا کہ ”اگر مختار الملک انیس سے ملنا چاہتے ہیں تو انیس ان سے ہی اپنے
 معمولی لباس میں مل سکتا ہے کیونکہ انیس واحد علی شاہ کے سامنے بھی
 درباری لباس میں نہیں گیا“ غرض اپنا وہی معمولی لباس کرتا اور چوکوشہ
 ٹوپی پہن کر ملاقات کی۔

لیکن اس خودداری اور عزت نفس کے باوجود وہ بادشاہ وقت سے
 وفاداری اپنا فریضہ سمجھتے ہیں اور مسلمان بادشاہوں اور رئیسوں کا وجود
 لوگوں کے لئے ضروری جانتے ہیں چنانچہ استزاع سلطنت اور دھپ پر
 وہ عمکین و بول نطی آتے ہیں اور ان کا ملال و غم فر بادشاہ کی شکل میں ہوتا ہے

کیونکہ دل غمزدہ نہ فریاد کرے جب تک کہ چرخ پیر باد کرے
 انگویہ عاکہ پھر حرف راوند کترم اجڑی ہوئی ملک کو آباد کرے ^{ناپاک}

وہ اہل حیدر آباد کی استعا پر بغرضِ ذاکری حیدر آباد جلتے ہیں

دُساؤ شرفان کی مہانداری اس حد پر کرتے ہیں جیسی کسی بڑے

رئیس کی ہو سکتی ہے ایس پر میرائیں ایک باعی بطورِ شکر یہ اور ایک

دُعائیہ وہیں نظم کر کے پڑھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی مہاں نوازی

کے عوض میں اگر شکر یہ بھی نہ ادا کیا اور اہل حیدر آباد کے لئے دُعائے کی

توا حسان فراموشی ہوگی محض اسی بنا پر فرماتے ہیں :-

اللہ درِ رسول حق کی ابداد رہے سرِ سبزِ شمشیرِ فیضِ بنیاد ہے

نوابِ ایثارِ رئیسِ اعظم ایسے یارب آباد حیدر آباد رہے

۱۸۵۷ء کے محاصرہ لکھنؤ میں میرانیس نے اپنا وطن ترک نہیں کیا

میرانیس اس زمانہ میں محاصرہ سوتھی میں ایک عالیشان مکان میں رہتے تھے

جسکے متعلق ایک افسانہ بھی تھا جب محاصرہ کی خبریں نہیں اور لکھنؤ کی

بربادی کا حال معلوم ہوا تو متاثر ہوئے لیکن مکان چھوڑنے پر کسی طرح

راضی نہ ہوتے تھے بالآخر اجابک اور اعتراف کے پہیم صبر سے رضامند ہوئے

گھر میں چار گرٹھ کھڑے اور تمام قیمتی سامان ان میں دفن کر دیا ایک

رہبر نے زانی سواروں کے لئے پالکی بھیج دی تھی اس میں عورتوں

کو سوار کیا اور کاکوری کی راہ میں کسی باغ میں خیمے نصب کر کے متعلقین

فروکش ہوئے لکھنؤ کے اور دوسرا بھی انھیں باغوں میں مقیم تھے۔

لکھنؤ کا نسا جب ختم ہو گیا اور شہر میں امن وامان بدستور قائم ہوا تو

حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ لوگ اپنے مکانوں میں چلے آئیں
 میرا میں بھی اپنے مکان واپس چلے آئے لیکن جو اسباب دہان و فن
 کر آئے تھے اس میں سے کچھ نہیں ملا۔ کچھ غرضہ اس میں قیام فرمایا تھا کہ
 پھر گورنمنٹ کا حکم ملا کہ مکانات خالی کئے جائیں یہاں ریلوے اسٹیشن
 تعمیر ہوگا۔ غرض میرا میں نے جبراً و قہراً مکان خالی کیا اور چوہ باری محلہ
 میں جو سبزی منڈی کے مستقبل اور چوک کی پشت پر واقع ہے ایک
 مکان خریدا اور اسی میں تا دمِ مرگ سکونت پذیر رہا ہے۔

وفات | وہ جانتے تھے کہ موت کا آنا ضروری ہے اور کبھی وقت معلوم
 نہیں لہذا خود بھی مرنے پر آمادہ رہتے تھے اور دوسروں کو بھی تیار
 رہنے کی ہدایت کرتے تھے ان کو غرضہ تک اپنے نہ مرنے اور اپنے

اہل قافلہ سے جدا رہنے پر تاسف ہے اور وہ اپنے اس انوس کو کس
عہدہ پیرایہ میں ظاہر کرتے ہیں :-

بیچھے کبھی قافلہ سے ہٹا نہ آتیں لے عمر دماز تیری کوتاہی ہے
میرزا سے پہلے ہی سے اپنے دفن کا انتظام بھی کر گئے تھے مرنے سے
دو سال قبل پل گامان کے تحصیل حاطہ میر محمد خاں میں جو مکان سکونہ
سے بالکل قریب ہے ۲۱ جولائی ۱۳۰۷ء کو میر فیض الدین حسین لدھیانوی
خدادی سے مبلغ سو ذنیہ کی زمین خریدی اور یہ افرومی ۱۳۰۷ء کو دفن ہوا
کے لئے حبیبیہ خانہ صاحبیہ جو مکتبہ منوچہل پورہ سے اجازت نامہ
حاصل کیا آخر رمضان ۱۳۰۷ء میں دروس رتہ میں مبتلا ہو گئے
لکھنؤ کے ممتاز اطباء علاج میں مشغول رہے لیکن یہ مرض بڑھتا گیا

جوں جوں دو آکی یہاں تک کہ اس مال کبدی کی بھی شکایت ہو گئی اور
اور میر صاحب صحت ایس ہو گئے چنانچہ خود فرماتے ہیں :-

ہر خطہ گھٹی جاتی ہو طاقات میری بڑھتی ہو گھڑی گھڑی نقاہت میری
آہا نہیں آہ فتنہ پھر جو ہیں ایس اب گن پو فون ہے صحت میری
جب مرض کی اور زیادتی ہوئی اور ضعف اور بڑھا تو آواز بھی نکلنا
دشوار ہو گئی اس حالت کے متعلق فرماتے ہیں :-

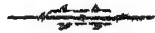
ہے سخت کھول طبع نا ساز میری نوہ ہے صدائے غمہ پرواز میری
اندھے زور نہا تو انی کا ایس آواز ہر گز ل ہے آواز میری
پھر جب طبائے نسخہ نویس کے چہروں سے ایسی ظاہر ہونے لگی
تو میر نے ان کی بیچارگی کو پہچانا اور طبیب رُو حانی اور شافی طلق

پیر بھروسہ کر کے فرمایا:-

دیتا ہوں وہی شفا کہ جو شافی ہے ہر دور میں خالق کا کرم وافی ہے
 درکار نہیں مدد کسی کی مجھ کو امداد امام قل کفنی کافی ہے
 ہر ذی روح کے لئے فراق جسم و جان کی منزل بہت سخت اور
 کٹھن ہوتی ہے ایک عجیب کشش کا عالم ہوتا ہے دنیا اور مافیہا سے
 جہائی اور ایک نامعلوم منزل کی طرف سفر۔ علانی دنیا اپنی طرف روکتے
 ہیں اور مریض چاہتا ہے کہ کسی طرح مرض کی تکلیفیں دور ہو جائیں تو
 ہم کچھ دن اور دنیا کی ہوا کھالیں اور جو فرائض ہمارے ذمہ ہیں
 ان کو پورا کر لیں لیکن وہاں تو جام زندگی بسر نہ ہو چکتا ہے۔ وہ حیات
 ختم ہو جاتا ہے غرض عجیب مہینہ و نیم کی کیفیت ہوتی ہے جس کو

مرزا لے ہی جاتے ہیں شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اس موقع پر فرشتہ
 مرگ کے آنے سے پہلے مریض مختصر کے بالین پر شکل کشائے عالم
 امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب تشریف لاتے ہیں اور کچھ ایسے
 تسلی آمیز فقرات آپس مختصر کے گوش زد فرماتے ہیں کہ اس کو سکون
 قلب نصیب ہوگا ہے اور وہ اپنی روحانی اور جسمانی تکلیفوں میں کئی
 محسوس کھمبے لگتا ہے اس وقت کی مناسبت سے میزبیں فرماتے ہیں۔
 بیمار کی بالیں پیسی جائے آقا آئے ہمارے مولا آئے
 عجلت کا محل ہے پیشوائی کیلئے اے جان نکل علی اعلا آئے
 غرض ۲۹۔ شوال ۱۲۹۱ھ مطابق ۷۔ دسمبر ۱۸۷۴ء کو
 دو شبہ قریب مرتب انیس کی صبح نے نفس جسم بہشت کی طیران

پرواز کی تھوڑی دیر میں یہ خبر تمام شہر میں گشت کر گئی اور افراد رؤساء
 علماء و مشرفا گھر پر آ گئے میت غسل کے لئے دریا پر لے گئے بعد اسکے
 مولانا سید بندہ حسین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی
 خرید کردہ زمین میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ



رُباعیات

رباعیات

۱۔ حمد باری تعالیٰ
۲۔ خدا کی معیت

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے

ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا

جن پھول کو سونگھتا ہوں تو تیری ہے
دیکھو۔

پروانہ کو دھن شمع کو تو تیری ہو غلام میں ہر اک حرکت تو تیری ہو

مِصباح و بخور و آفتاب ہمتاب جس فن کو دیکھتا ہوں تو تیری ہو

(سیرِ مثانی)

گلشن میں پھریں کہ صحرایوں کیوں یا معدن کو وشت و سیا دیکھوں

سہ جارتی رشت کے ہر لاکھوں جگو حیران میں کہہ دیکھوں کیا کیا دیکھوں

مراکت تک ان صحرایوں میں حیران نظر کہ صحرایوں میں

دنیا کہ عقبہ ہو فلک ہو کہ زمین تو ہی تو ہے جد بھر جد دیکھوں میں

حیران عقل و دل شایہ میں دیکھو کہ ہے شان اسکی ہویدار میں

کیا قت مع مے ہو آتش پناہ سب میں آؤ پناہ میں

معرفت کی راہیں

سرگرم ہے نہ ہیرا ہیں ہی، سو یا کہ محنت کی نگاہیں ہیں ہی

جسہم میں ہیں جہین تو ساٹھ گرین گویا تری معرفت کی اہیں ہیں ہی

رحمتِ خدا

(۶) لیکن نہیں جس سے عبادت تیری بذلِ کرم و عطا ہے عادت تیری

صحرا صحرا ہیں گو کہ عصیان سیر دریا دریا اگر ہے رحمت تیری

(۷)

لاؤں تیرے کس نے کی عبادت تیری مجرم پہ بھی ہر دم ہو عنایت تیری

دن جہیز کا ہو تو دیکھنا ہوں میں بھی عصیان کے افروز ہیں رحمت تیری

(۸)

کونین کی دل سے عنایت تیری ماں باپ بھی سولے شفقت تیری

مستوجبِ ناز ہوں اگر عدل ہو یارِ گمبختہ سے تو رحمت تیری

(۹)

ماں باپ بھی سولے شفقت تیری افروز تیرے غضب سے رحمت تیری

جنتِ انعام کو تو رخ میں جسلا وہ دم تو ہے یہ عدالت تیری

(۱۰)

اے خالق و مفضل دگر رحمت کر اے دافع سہر بخ و اہم رحمت کر
 بدقت کا سد غصبت رحمت تری اپنی تجھے رحمت کی قسم رحمت کر
 (۱۱)

دولت کی خواہش ہو نہ زحمت ہیں نہ مال نہ اسباب گھبراتے ہیں
 جو غریب آخرت ہو وہ جنگ ہے بس اکتی رحمت کی نظر پڑتے ہیں
 (۱۲)

کشاہد گدے لہا رکھتا ہوں میں یتری ہی طرف نگاہ رکھتا ہوں میں
 سینے مرے جرم قتل لاکھوں یارب رحمت کو تری گواہ رکھتا ہوں میں
 (۱۳)

درباری رحمت کا اگر سر کھینچے جنت کبھی مجھ کو کبھی کوثر کھینچے
 دھو ڈالیں لکھ کو کا تباہ اعمال اگر تو سلم عفو خطا پر کھینچے

(۱۴)

ہم نے کبھی عیسا نے کنا رانہ کیا بد تو نے دل آزر دہ ہمارا نہ کیا

ہستم تو جہنم کی بہت کی تدبیر لیکن تیری رحمت گوارا نہ کیا

(۱۵)

فرقت تن جاں میں بھی غضب ہے مومن پر مگر رحمت سج ہوتی ہے

آگاہ گناہوں سے ہو ایک کے ایک فردا فردا جہی طلب ہوتی ہے

خدا محنت ہے

(۱۶)

اپنوں کا گنہ غیر الکا ہے کیوں سعی نہ کی قصو سکا کا ہے

تقریر ہے یا عفو کرائے بت کریم ملوک پر اختیار مالک کا ہے

(۱۷)

صالح بھی ترا ہے رشت بھی تیرا ہے کعبہ بھی ترا گشت بھی تیرا ہے

حاضر ہو گنہگار جب بھڑکے تو دُونِخ بھی ترا بہشت بھی تیرا ہے

۸۲ خدا کی عطا و بخشش

(۱۸)

تو فیرتے ہی آستانے سے ملی عرت تیرے در پہ سبز چھکانے سے ملی

مالِ زرد و آبرو و دین و مہمان کیا کیا دولت تیرے خزانے سے ملی

(۱۹)

قانع ہو جو کچھ مہمت مردانہ ہے کیوں صحبتِ مہمل در کا پڑا نہ ہے

حقاکہ شمارِ نعمتِ حق کے لئے جو دانہ ہے تسبیح کا اک دانہ ہے

(۲۰)

گو ہر کو صدق میں آبرو دیتا ہے بنیے کو بغیرِ جس جود دیتا ہے

انسان کو رزقِ گل کو بونگ کو لعل جو کچھ دیتا ہے جس کو تو دیتا ہے

دبیر

قطعے کو گھر کی آبرو دیتا ہے قدم کو گل کو رنگ بو دیتا ہے

بیکار قیص ہے تشخص بے سود عرت دہری عرت تیرے جو تو دیتا ہے
سچے مہمان

آدم کو عجب خدا نے رتبا بخشا اونے کیسے مقام اعلیٰ بخشا

عقل و ہنر و تمیز و جان و ایمان اسے ایک کفِ خاک کیسا بخشا

سب سے اول ہر سب سے سابق ہوئی حمد و صفتِ تیرے کے لائق ہوئی

دُشمن نہ محرومِ شہادتِ نبی پشہ کا بھی عینقا کا بھی ازق ہوئی

حسدا کا کرم

دولت کی عوس ہے نہ طمع مال کی ہے خواہشِ نصیب کی ہو نہ اقبال کی ہے

ہے ذاتِ تری جواد و غفار و غنی امیدِ تجھی سے تیرے افضال کی ہے

بس کہ خیالِ مبہم تیرا ہے یہ جسمِ تیرا ہے اور یہ دم تیرا ہے

کرتا ہے جو مجھ سے زور و کوسر سبز اے ابر کرم یہ سب کرم تیرا ہے

کھینچے مجھے موتِ ننگائی کیطرن غم خودے جائے شادمانی کیطرن

تیرا جو کرم ہو تو میرا سالِ ممہ نو پیری سپونج جاؤں جوانی کیطرن
خدا غفار ہے

ہے کون جو حصیاں میں گرفتار نہیں جزئیستِ اکرم کچھ اور درکار نہیں

مجھ سا نہیں عالم میں گنگا لاگر تجھ سا بھی تو اور کوئی غفار نہیں

خاتمہ بھی مری طرح سیدہ کا نہیں یہ شوق گت کسی کو زہنا نہیں

گر خونِ برابر ہی نہ صاف کہوں مجھ سا غاصی خدا سا غفار نہیں
سیدہ خاتون

خدا قریب بھی ہے دور بھی

بتلی کی طرح نظیر سے مستو ہے تو آنکھیں جسمِ نطوتی میں ڈوبے تو

قربتِ گنجائے اور پھر یہ بعد اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

طلبِ خدا

و کھ میں ہر شرب کھاتا ہوں یارب^(۲۸) اب لے کے دن بناتا ہوں یارب

طالبِ مال کے میں سُنیا میں میں تجھ سے تجھ کو چاہتا ہوں یارب
(۲۹)

شاید رونے پر رستم ایسے تھے یہ عجزِ تیرا بھٹایا ہے تجھے

جب تک میں تھا تو بعدِ ظہار سونکا جب آپ کچھ کھو دیا تو پایا ہے تجھے
عشقِ بالغیب

سایہ بھی جنت سے ڈر لیا نہ ہوئے^(۳۰) جو دام سے بھاگتا ہے وہ نہ ہوئے

دیکھا نہیں جب کوئی کاشی نہ لایا جلتا ہے جو شے سے وہ پروا نہ ہوں

صفتِ خدا

ہر برگ سے قدرتِ بیکرا^(۳۱) ہر پھول سے صنعتِ بیکرا

سینہ ہے شہر کا وہ محیطِ ذخار ہر ایک نفس سے جزوِ مددِ بیکرا

قدُرتِ خدا

نہ عمل میں ہو نہ گہر و سنگ میں تو ^(۳۲) پر صاف چمکتا ہو ہر اک نگ میں تو
 باہر عالم سے ہے بزرگی تیری کس طرح سیما ہو دل تنگ میں تو
 ذاتِ خدا شننا و صفت سے بالاتر ہے

(۳۳)

خلاقِ جہان جو رب اکبر تو ہے ستارے رزاق ہے داور تو ہے
 حیران ہوں کیا کروں صف میں تیری جو حمد ثنا ہے اس سے برتر تو ہے
 نِعَت و منقبت

معراج

(۳۴)

دنیا میں محمدؐ سنا بہنشاہ نہیں کس اڑے خالق کے ہاگاہ نہیں
 بانیک سے ذکرِ رب سے معراج نہیں خاموش کہ یان سخن کو بھی راہ نہیں

دبیر

مہراج بنی میں جاتے تشکک نہیں ہے نور کا ترہ کا شتاب ایک نہیں
قوسین کے قوس سے نہ تاب ہے پتھر اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

عدم سایہ رسول

(۳۵)

آدم کو یہ تحفہ یہ ہدیہ نہ ملا ایسا تو کسی بستر کو پایہ نہ ملا

اللہ ہی لطافت تن پاک رسول ڈھونڈ کیا آفتاب سایہ نہ ملا

رسول کا دیدار خدا کا دیدار ہے

(۳۶)

یا ختم رسل منی الفت میں قد ہوئی قسم کہ عاشق صحت میں

دیکھا جو حضور کو خدا کو دیکھا اس جو بسے ہم بھی قائل و مست ہیں

(۳۷)

کھود دل کے مرض کو طے طبیعت سکھلا آواک اے ادبیات

اللہ کے نور کو بے کینہ دیکھیں گے ہو ترا دیدار نصیب امت

اَنَا وَ عَلِيٌّ رَجُلَانِ يَفْعَلَانِ

افضل ہے اگر ایک قاضی ہو ایک ^(۳۸) گزغور کرو تو موج و ویلے ایک

ہاں نور محمد و علی ہے واحد ہیں اسیم تو دو مگر سب ایک

اعجاز محمد و علی علیہما السلام

(۳۹)

شایان تہنیں کی شان برتر کیا ہے عجز نہ دو دو نو برادر کے لئے

شق القمر و جعت خورشید بین احمد کے لئے وہ قرینہ حید کے لئے

اَنَا وَ عَلِيٌّ رَجُلَانِ يَفْعَلَانِ

(۴۰)

کیا بھائیوں کے انس کا انداز ہے ہرقت گل عشق تر و تازہ ہے

یہ باب میں حید کے نئی کہتیں میں شہرہاں باز و ملارد واز ہے

محبت محمد و علیؑ

ہے کون و مکان میں اختیارِ حیدؑ (۳۱) کھڑوں ہو سبک پیش قارِ حیدؑ

اگر جان و اک و ان ہو بٹا اپنی اہم کے وہ وقت بارتِ تنا حیدؑ

فضیلت نبیؐ و علیؑ

(۳۲)

ہے چادر نور حق وائے حیدؑ خورشید پر نقش کفایتِ حیدؑ

کہتے ہیں دکھائے عرش کر سئی ملک یہ جاوے محمدؐ ہے جاوے حیدؑ

کعبہ میں علیؑ کی ولادت

(۳۳)

دینداروں نے امین کفر و شر سے پایا کعبہ نے شرفِ الٰہی سے پایا

ہاتھوں پہ علیؑ کو لیکے آئے کہا یہ رخِ حق خیر کے لگتے پایا

ولادتِ علیؑ سے کعبہ کا مشرف

چند برس امامِ حق کی رحمت کے ملا ^(۳۴) کیا کیا نہ نیتِ اتمل طاعت کے ملا

عالم میں ہوا قبلہ اول بھی وہی کعبہ کو مشرف جس کی ولادت کے ملا

خلافتِ علیؑ پر استدلال

(۳۵)

وہ شاہِ کشافِ عیسٰی باجِ نبیؐ اور عرشِ جہاں شریکِ معراجِ نبیؐ

فرستے ہیں مین مین تنہا علیؑ میرا اب کہے کہ سیاہے کہے تاجِ نبیؐ

عجیبِ خلافتِ علیؑ

(۳۶)

ہر غنچہ سے شاخِ گل ہی کیونکہ کفِ ہی و زِ خلافتِ شہنشاہِ خف

چند برسے چاہیں خانِ نبویؐ ہے آج طبعِ نبیؐ شرف

اب تے کرو و فرحت اندوزی ہے ہرل صرفِ جین نو روزی ہے

ہے آج کو دوشاہی شاہِ نجمین یہ نگ بہانہ فتح و فیروز می ہے

علی بے شکن ہیں

کعبہ کو تیرا مید نے آباد کیا (۴۸) بست تو دیکھے مصطفیٰ کا دل شاہ کیا

اللہ کے جلال اسمِ علی صنام کو اس نام نے برباد کیا

علی کی بند می

کعبہ میں ہوا جو بند بستِ حمید (۴۹) شادان تھا دلِ خضر اپرستِ حمید

تھے حسنا معراج کے گاندھے قیم عرشِ علی تھا زیرِ دستِ حمید (۵۰)

محبوِ خدا کا جانشینِ حمید ہے قذیلِ سرِ عرشِ برینِ حمید ہے

رکھے کعبہ میں پا سروسشِ نبی لو مہرِ نبوت کا نگینِ حمید ہے

ترجسے علی کے عرش بھی اُپٹ ملا سب انکو خکا لکھ دروہیت ملا
 کعبہ میں نبی کے دوشاں لائے قدم یہ آج کسی کو کب مرویت ملا
 علی کی معراج

افضل نہ کسی کو مٹھائے پایا برتر نہ تھائے کے ابھی سے پایا
 معراج میں مصطفیٰ کے ہمراہ ہے یہ لوح عنایتِ خدا سے پایا

اصحاب نے پوچھا جو نبی کو دیکھا معراج میں حضرت نے کسی کو دیکھا
 کہنے لگے سیراء کے محبوب ملا واللہ جہان دیکھا علی کو دیکھا
 دبیر

احمد نے کہا علی سے ہر جاتم تھے معراج میں تا عرش معلّٰی تم تھے

عرش ایک طرف پردہ ہزار سے بھی یوں آتی تھی آواز کہ گویا تم تھے
 المیزان

علی مشکل کشا ہیں

(۵۳)

احمک دباؤ گرامی تو ہے یا شیرِ خدا خلق میں نامی تو ہے

لے قائم خیر پیشوائے تبت کچھ غم نہیں گر جانید حامی تو ہے

(۵۵)

مطلب بھی علیؑ ہر مدعا بھی ہے علیؑ ہادی بھی علیؑ ہے رہنما بھی ہے علیؑ

شیعوں کو ہو کیا باوجود مخالف کھ خط کشتی بھی علیؑ ہر نا خدا بھی ہو علیؑ

علیؑ ضامنِ حیات ہیں

گر شیرِ خدا رست کا بانی ہو جائے ^(۵۶) اعجازِ سخا کا کہانی ہو جائے

چاہیں جو علیؑ فنائے تبدیل بقا مرگِ ہر مہم بھی زندگانی ہو جائے

علیؑ بانیِ صحت ہیں

گر نیزِ دین کی مہربانی ہو جائے ^(۵۷) ذرہ ابھی خورشید کا ثانی ہو جائے

لعلِ لبِ حیدر سے جو ہو محکمِ شفا پتھر ہو اگر مرضِ تو پانی ہو جائے

علیؑ جانِ بہاں ہیں

مختار زمین و آسمان حید ہے ^(۵۸) گویا کہ محمدؐ کی زبان حید ہے

جب نام لیا تقویتِ روح ہوئی بیجاں ہو مگر جانِ جہاں حید ہے
علیؑ عفت و کشاہن

(۵۹)

میزانِ کرم میں مجرم تل جاتے ہیں فردوس میں مثلِ بوبے گل جاتے ہیں

انگشتِ علیؑ سے خیمِ مبر کی طرح عقدے جو ہزاروں مہلِ کھل جاتے ہیں

(۶۰)

یشاہانِ جہاں سب میں گدائے حید ہے ابر کرم و سیرتِ سخاے حید

یعقوبِ خلیل و یوسف و آدم و نوح یہ سب کی شکل میں کام آئے حید

(۶۱)

دیارِ مضر و کھاتے ہیں علیؑ ایذا سے مجبور ہو بچاتے ہیں علیؑ

منظور ہے شیونہ نہو سختی مرگ پہلے ملک الموت آتے ہیں علیؑ

اَجَبُ التَّحْلُكَاتِ تَوَهُّوْجِا يُنْجِیْکَ کُوئی نِہ اے پگائے خلیے جائیگے
 تَنہائی میں حیرت و شگ کی مشکِیں عجب دیکھائی کو ایام آئیگے
 (۶۳)

ساقی شیرِ خُضْضِ کوثرِ حیدر حامی حیدر شفیعِ محشرِ حیدر
 بونے جھجھ کوئی کون کا تیرا مین و سکر چلاؤں کچھ حیدر
 (۶۴)

گردِ بستی علیٰ میں مر جائیں گے جگرے ہوئے سب کام بند جائیں گے
 جنوٹ کہیں گے ننھے یا شیرِ خدا جوں برقِ صراط سے گز جائیں گے
 (۶۵)

ایدا کو شیرِ خنِ لحد میں پہنچے کچھ غم نہیں کہ اپنی حد میں پہنچے
 تربت جو ہوئی بند کھلا خدا کا خنداں خنداں جوارِ حد میں پہنچے

علیؑ کی توجہ سب کامیابی ہے

(۶۶)

نا کام بھی کامیاب ہو جاتا ہے بے قدر فلک جابجاء جلتا ہے
 اگر اک نظر ہر سے بچھیں جیڈ ذرہ ابھی آفتاب ہو جاتا ہے
 علیؑ کی معرفت خدا کی معرفت ہے

(۶۷)

حسّاق انام کبریا کو جانا عالم کا رسول مصطفیٰ کو جانا
 ایماں کا جائے رہا ہے ارشدار جانا جو علیؑ کو تو خد کو جانا
 (۶۸)

بیجا ہر کوشش و طلب کو پایا اپنی اپنی غرض کا سب کچھ پایا
 مبطوب ملا ابن ابی طالب سے جب شاہ عکبرؑ نے کو پایا

خَلَقْتُ عَلِيَّ بِرِخَالِقِ كَافِرٍ

(۶۹)

کیا اُسکی صفت میں پھر کوئی نکتہ ہے خود جسکی شہادت رسول نے اُسکے
 پیدا کیا مرتضیٰ علیؑ سے باندہ کیونکر یہ قدرت نے مباح اُسکے
مُحَمَّدٌ عَلِيٌّ

(۷۰)

عرفان تصدیق حجتِ حَسَنُ ایں اور محبتِ حَسَنُ
 دُورِ نَخَبِ عَدَاوَتِ عَلِيٍّ کا بدلہ فردوسِ بَرِّ الْفِتْرِ حَسَنُ

(۷۱)

افضل کوئی تفسیرِ بہت میں نہیں اس طرح کا باندہ تو حقیقت میں نہیں
 طوبیٰ تسنیم و خلدِ مدیبتِ مہمانِ وہ کیا ہو جو حیدر کی لایت میں نہیں

(۷۲)

قرآن میں ہے جا بجا ثنائے حید
ہے واوِ ہل آتے عطاءے حید
دو چیزیں عقبی کے لئے دنیا میں
اک ایک و خدا ایک لائے حید

سابی نامہ

(۷۳)

ایک ایک قدم لغزش متا ہے
گلزار بہشت اپنا میخانہ ہے
بہر مسرت ہیں حساباتی کوثر سے
آنکھیں شیشے میں قلیب خانہ ہے

علیٰ پر نصیروں کو خدا کا شک

(۷۴)

یہ جو دستِ خا حاکم طائی میں نہیں
مثل کج کوئی عقدہ کیشائی میں نہیں
معبود کے بند ہیں نصیرِ حق کے خدا
بندہ کوئی حید سا خدائی میں نہیں

قطرین سب جس کے وہ آیا ہے علیؑ پہناؤ کہ کبھی تو گاہ پر سے علیؑ

ہوئے گمانِ خدا کا جن پر ہر بار اللہ اللہ ایسا بند ہے علیؑ

مولا کوئی کوئی میقتد کہتا ہے کوئی عتالم کا رہنا کہتا ہے

اللہ کے مراتب علیؑ اعلیٰ بندہ کوئی کوئی حجت کہتا ہے

مح علیؑ محال ہے

دم الفت حیدر کا جو بھرتا ہوں میں^(۶۷) محال آتا ہو دل کو جب کرتا ہوں میں

ملکین میں کہاں صفاتِ تمامِ خدا کیا آگے کہوں خدا سے دتا ہوں میں

علیؑ حاضر بھی ہیں غائب بھی

لا ریب کے مظہر التجا ریب سے علیؑ^(۶۸) تھا کہ رسولِ حق کا ریب سے علیؑ

اللہ اللہ صورتِ ذاتِ خدا ہے خاص ہے انجائے علیؑ

علی کا اختیار

(۷۹)

کجکون کو تاجِ خسروانی کر دین درویش کو شکندرشانی کر دین

مختار ہیں سیر و گرمِ عالم کے علی چاہیں تو ابھی آگ کو پانی کر دین

(۸۰)

چاہیں جو علیٰ قطرے کو دیا کر دین اونی پتھر پتھر تو اعلیٰ کر دین

بے نسخہ کیسا علاج کہتے ہیں کسے بیمار کو چاہیں تو سیخا کر دین

فضیلتِ علیؑ

(۸۱)

عالم یہ کہتا ہے علم و حکمت کے میں ہر قبیل میں کرا نکلی کر اترے جسے میں

کہتے ہیں دُعا عالم جسے اہلِ عالم دُعا باتِ حیدر کی فضیلت کے میں

نوٹ - ایک قطعی نسخہ میں مندرجہ بالا اربعی میں اوپر کے دو مصرعے اس طرح ہیں -

اعلیٰ کو علی چاہیں تو دنیا کر دین قطرے پر گرم کریں تو دریا کر دین

بیزار علی کو مال و زر سے پائیا: طاعت ہی میں شام تک سحر سے پائیا
اللہ نے دینی تیغ نبیؐ نے خوش کن: رتبہ یہ ادھر سے وہ ادھر سے پائیا

مح سراپائے علیؑ

(۸۳)

جامِ عرفان ہے چشمِ میرے حیدؑ: حق میں ہو نگاہ حق پرست حیدؑ

چہرے بہار بوستانِ فرس: گلدستہ باغِ دین ہو دستِ حیدؑ

(۸۴)

اے ہوئے حرم ہے چشمِ میرے حیدؑ: کعبے دلِ خدا پرست حیدؑ

سینہ یقینہ مخزنِ علومِ نبویؐ: ابر کرمِ حیدؑ ہے دستِ حیدؑ

علیؑ کی عیذا

(۸۵)

موجود تھیں نعمتیں برائے حیدؑ: دنیا کو نہ کچھ دھیان میں لایحیدؑ

خود قاسمِ رزوی و عالم تھے مگر: تھی ناں جو بن فقط غی کے لایحیدؑ

تمام کتبِ مامی ملاح علی ہین

(۸۶)

افزوں میں بیال بھجرا جیدر حلال مہا کے ذات جیدر

توریت نجی ل اور زبور قرآن ہیں ایک باعی صفات جیدر

علی کا مرتبہ

(۸۷)

ہے یوحنا امین علی کے دربانوں خام بھی ہر کسرت بن ثنا خوانوں

خوشید فلک فخر سے آلتا ہے دھوکہ دہنیں شب کی پروانوں

علی کے گھر کا فیض

(۸۸)

فیاض علی کو ہر شے سے پایا ہاتھوں کو کشادہ بھر دے سے پایا

دار ہا ہے باب خیراں ٹھہر حق نے مانگا علی کے گھر سے پایا

ایمان پایا علی کے در سے پایا رتبہ پایا تو کس بشر سے پایا

طوبی کوثر بہشت و آرام لحد جو کچھ پایا علی کے گھر سے پایا
(۹۰)

اے رتبہ میں ہر بشر سے پایا افضل انہیں خضر امیر سے پایا

یہ درجہ نہ ملتا تو بھٹکتے پھرتے جنت کپتا علی کے گھر سے پایا
(۹۱)

کیا بجز نے شرف علی کے گھر سے پایا کیا مرتبہ شاہِ بحر سے پایا

بھی آرزوئے بہشت و آبِ کجِ نثر وہ باپے پایا یہ پسر سے پایا
تسکِ اہلبیتِ پنجاب سے

ساحلِ اہلبی تھا کہ ادھر جا اترتا نے شمعِ جڑھی کوئی نہ پڑا اترتا

تھا کشتیِ حمیر سے علاقہ جس کو دیکھئے سلامت وہی طیر اترتا

نوٹ - اس رباعی میں اشارہ ہے اس حدیث کیطرح مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَاكَ بَيْتَاهُمَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُمَا فَعَرِقَ ۝

مرح جناب فاطمہ

(۹۳)

کریمی کین کی ہو عرشِ علا کین کل کین کی تیرا فکے تیرا کین کل
صدیقہ جناب سیدہ بنتِ سعل زب کے از ہر کوئی نہ ہر کین کل

مرح امام حسین

(۹۴)

شہدائے سیدہ اللہ کا پیارا ہوں میں عرشِ عظیم کا گوشوارا ہوں میں
سائے عالم میں روشنی ہو جس کی اے لشکرِ شام وہ ستارہ ہوں میں
حسینؑ سید الشہداء ہیں

(۹۵)

یکتا گہر و ستارہ میرے چو حسین یزدادار ائمہ میں محمد ہے حسین
جبر کو قدم کیا تو سیر کی ہو عشق حقا کہ شہیدوں میں سرآمد ہے حسین

حسینؑ کا اختصار

(۹۶)

جس پر نظرِ لطف کی شکیریں ازلے اعلیٰ سب کی توفیریں
 جس گئی چاہیں وہاں ہیں پارس جس خاک کو چاہیں ابھی کسیریں
 حسینؑ رہنمائے جنت ہیں

(۹۷)

عصیان سے بھرا ہوا جو دیتے رہو تھماتا ہے کیوں انیس پھر کیا ڈرو
 کچھ غم نہیں بنا ریت گوارہ صراطِ شیعہ سادہ تگیاں تیرے
 حسینؑ کی عبادت

(۹۸)

کیا ممبرِ سلطانِ حجازی کا ہے کیا عزتِ امامِ غازی کا ہے
 یحیٰ کا نشان دیکھ کے سکتے تھے نیزہ پہ یہ سیر کرسی نمازی کا ہے

حسینؑ نے حر کی رہبری کی

(۹۹)

حر جبکہ فدائے شہد و نجات ہوا اک غلغلہ حمیراؑ لہڑا ہوا

جنت میں کس پہنچتا وہ جہنمی شہید سارِ خیرِ خضرِ راہ ہوا

حسینؑ کی رضا باعثِ نجات ہے

(۱۰۰)

شہیدِ ساحت نے جبکہ رہبر پایا پایہ سے ہوا عرش کے برتر پایا

اک سبطِ رسولؐ کی ضماندگی حوریں پائین بہشت کو تر پایا

حسینؑ کی رضا خدا کی رضا ہے

(۱۰۱)

جب کہ گاہِ شہادہؑ اہم نے بخشا قطرِ کجوفِ سحرِ کرم نے بخشا

گرد و نگرانی کہ اے سبطِ نبیؐ تو نے جسے بخشا ایسے ہم نے بخشا

چڑھ کر کو کیا بخت کبریا نے بخشا یہ نام اسے بختِ رسا نے بخشا

جب عذر گنہ کرتا تھا کہتے تھے حسین میں نے بخشا مے خدا نے بخشا

سجستان

ملج حضرت عباسؑ و علی اکبرؑ و علی اصغرؑ

(۱۰۲)

عباس صیفِ شکن ہو گا کوئی اکبر سا بھی گلبدن نہ ہو گا کوئی

گردن پہ لگا تیرا گر لب نہ ہے صغیر سا بھی کلم سخن نہ ہو گا کوئی

ملج حضرت علی اکبرؑ

(۱۰۳)

میںہ چاہیے و صیفِ رخ اکبر کے لئے تھا جس اسی سر و سیمبر کے لئے

نازک بینی کی ملج لکھنی ہو مجھے تارِ رگِ گل چاہتے مسطر کے لئے

ملج انصار حسین

(۱۰۴)

اعداء فقائے شہ سے سر نہ ہوتے لڑتے رہے جب تلک کہ سب سر نہ ہوئے

سر لاؤ نیکو آرزو رہی دنیا میں ایسے غازی مگر بیسر نہ ہوئے

مرحِ حضرت

(۱۰۵)

حُسنِ نعتِ ادا کا مکتبہ پایا اسلام بھی مسلمان کے برابر پایا

عمار کی طرح اپنی عجب ساری زرخیز اور توبہ بے پور پایا

(۱۰۶)

مکتبہ تھا جیتے میں ناپا پر نور مری مکتبہ کو ناپا

زبانِ حسین اور دوائے زہرا نیکیت سے ہو گا وہ بچھونا ہو گا

مرحِ شہیدِ حسین

(۱۰۷)

جو صفتِ تیغِ شہادہ آجاتی تھی اُڑ جاتے تھے شیرِ شکیب آجاتی تھی

مشہور ہے لہو کو کھا جاتا ہو گا وہ تیغ تو مورچہ کھا جاتی تھی

روشن شمعین تجلی طور کی ہیں خانِ انکے منہ کے پتلیاں جس کی ہیں
 قربانِ دوازده امام برحق بارہ سطرین یہ سورہ نور کی ہیں
 و بے

جامعِ سیارون کا جو رحمن ہوا چودہ معصوموں کا شنا خواں ہوا

سوئے مصحف کے ایک چودہ ہیں کابلِ چودہ سے بن کے قرآن ہوا
 المیزان

اِعْتِقَادِی

(۱۰۹ - ۲۲۱)

مدح امام کے برکات

شہرِ ہر سو جو خوشن کلامی کا ہے باعثِ مدح امامِ نامی کا ہے

میں کیا آواز کیسی پڑھنا کیسا آقا یہ شرفِ ترمی غلامی کا ہے

مَدَاحِی کا صِلَہ

(۱۱۰)

جو کب لڑ نہ دیر کے لئے جو تیرت کنی وہ خلد کے گھٹ کے لئے
 اس گرمی میں یہ صوفی عرق سیرت میں اکسبام شرب جو حق کو شکر کے لئے
 مدح علی نام ممکن ہے

(۱۱۱)

ہو جاتی ہے تہل میں دہا شکل دل نے نہ کسی امیر کو جانا شکل
 مدح شہین میں گریہ دل کا یہ قول ہے بخت کا کوزہ میں سیک لانا شکل
 علی کی علامتی پر مخضر

(۱۱۲)

واحد ہے جو عجب نیک نام تکا ہوں یکتا ہے جو مدح مدام اس کا ہوں
 پوچھیں گے نیکیرین تو کہہ نہ گائیں قیصر کا جو مولائے علام اس کا ہوں

علی کی غلامی باعثِ نجات ہے

(۱۱۳)

دنیا سے اٹھنے والے میں نامِ حیدر جنت کو چلا بس سلامِ حیدر

عصیاں ہوئے تو وضو نہ کیا آنے والے ہے عیلامِ حیدر

علی کا محبوب مگر خف پہنچ جاتا ہے

(۱۱۴)

خوشید شیریں برجِ شرف میں نکلا جو ہر میدان میں رُصدف میں نکلا

مشرق میں کہ مغرب میں سے فوج جو عاشق جس سے کہ خف میں ہوگا

عربی بیکادشِ مزہ از گویا خفِ بزم اگر بہرنگِ ہلاکم کنی ذکر بہ ستار

ایوانِ فلک جناب دیکھا ہم نے فرود میں زمین کا باب دیکھا ہم نے

جا پہنچے خف میں خاک ہو کر صد شکر و بار ابو تراب دیکھا ہم نے

۱۱۲
مونس

ہر شخص کو فیضِ یاب یکھا ہم نے سہر ذرہ کو آفتاب یکھا ہم نے
آخِ کلامِ آئی خاکساری مونس دربارِ ابوتراب دیکھا ہم نے
(۱۱۶)

گھیر میں ڈھونڈو نہ آجمن میں ڈھونڈو پر قد میں ڈھونڈو نہ کفن میں ڈھونڈو
گلزارِ نجف میں مدحِ خوانِ گائیس بلبلِ کو جو ڈھونڈو تو جمن میں ڈھونڈو
آرزوئے زیارتِ نجف و کربلا

(۱۱۷)
اے بختِ ساسوئے نجفِ اُچھی کر مجھ ذار کو زارِ یَدِ اللہی کر
سے جاسوئے کر بلا مری مُشتِ غبار اے بادِ صَبَّحِ اتنی ہوا اُچھی کر

سرکارِ امیرِ المومنین

(۱۱۸)
کس شہر میں درِ مدِ غایتِ ہے منے میں نجف میں راہِ مِلّاتِ ہے
سرکارِ علیؑ وہ ہے کہ ہر بندہ کو دو کسے مال ہے خدائِ مِلّاتِ ہے

۱۱۳
ملح نجف اشرف

(۱۱۹)

جو روضہ حیدر پہ لکھیں ہوتا ہے وہ نخل فروں بزمِ ہوتا ہے
یوں ہوگا ہر شیت میں نجف کا طبقہ جس طرح کہ خاتم پہ لکھیں ہوتا ہے

ملح خاکِ نجف

(۱۲۰)

کیا فیضِ علی کے قدیم پاک ہے روضہ کی زمیں بلبِ افلاک سے ہو
نبیائے وہاں رنجِ قطرِ آب پانی کی بھی آبرو اسی خاک سے ہو

(۱۲۱)

کیا قدر بھلا وہاں کی جانے کوئی مختار ہے تانے کہ نہ مانے کوئی
ملتا ہے قدم قدم پہ و مقصود چھانے تو نجف کی خاک چھانے کوئی

بیح مزار حضرت علیؑ

(۱۲۲)

سیرمہ جو غبارِ رنگدارِ حیدرؑ مرموم نہوں کیں طرحِ نثارِ حیدرؑ

ہو جاتی ہیں کوئی بھی آنکھیں روشن آیتِ نور ہے مزارِ حیدرؑ

بیح صحیفےِ نجفؑ

(۱۲۳)

ظلمتِ کدہِ مہندین کیا لٹتا ہے نہ دوستِ کئی نہ آشنا ملتا ہے

یہ صحیفےِ نجف کو جل کے دیکھ لو نہیں در ایک طرفِ نور خدا ملتا ہے

حسرتِ یارِ کربلائے معلیٰ

(۱۲۴)

یا زیستِ مین یا بعد فنا پہنچیں گے یا ورنہ اگر خبیث تو جا پہنچیں گے

کیا دن ہوئے تیار اُس دن کے ہیں جس روز قیامت کر بلا پہنچیں گے

ابن کی ظلمت سے بھگتا ہوں میں توفیق رقیق ہو تو جلتا ہوں میں
 تقدیر نے بیڑیاں تو کاٹی ہیں میں کیوں کئے پادشاہ تھما ہوں میں
 مجبور ہوں جنت کے چمن اوس سے (۱۲۶)
 مجبور ہوں اپنے بے اثر بالوس سے
 یارب یہ مکان جلد کھائے ٹھکے جھاڑا ہے جسے فاطمہ نے بالوس سے
 چل جلد اگر قصد سفر کتاب ہے (۱۲۶)
 تو کچھ بھی مال کی خیرت دکھتا ہے
 راحت دنیا میں کسی نے پائی نہیں جو سر کتاب ہے درو سر کتاب ہے
 دبیر

گل ہو نہ چہ سراغ عمر جلتے جلتے ہو جائے نہ چھاؤں ٹھوٹے طے ڈھلتے
 چلتا ہے تو بھل جلد زیارت کو دبیر آجائے نہ موت زاد چلتے چلتے
 حیات دبیر

نوٹ :- یہ رباعی میرزا میرزا علی قزوینی کے عقد کلام سے فرست پانے کے بعد
 نظم کی تھی جس کی طرف تیسرے مصرع میں اشارہ ہے۔

حسین کا دوست مر کر کر بلا پونج جائے گا

(۱۲۸)

مَرَقَدِیْنِ نَسِیْنِ کِیْفِیْنِ مِیْنِ مِیْنِ گَا مِیْنِ مِیْنِ سِلْطَانِ مِیْنِ مِیْنِ گَا

چل کر گلزار کر بلا میٹھو ٹیڈین بلبل کا مزار بھی چمن میں گَا

شوق زیارت کر بلا

(۱۲۹)

سُورِ عَسَمِ دُوی نے جلا رکھا ہے آہوں نے کنول لکا بھرا رکھا ہے

بکھلو کہیں جلدِ عمرِ حَسَنِ دِوِائِس اس ہندِ نِخِستِیہ میں کیا رکھا ہے

(۱۳۰)

کلِ دل کو نہیں ہوا آج کلِ جانیں گے اب کی ظلمت سے کلِ جانیں گے

ہاتھ آئے تو جادہ صراطِ ایمان گر پاؤں تھکے تو سر رکھیں جانیں گے

جس شخص کو شوق کر بلا ہوتا ہے غربت میں کفیل اٹکا خدا ہوتا ہے
کیا خضر کی احتیاج ایسے کعبہ میں ہر نقش قدم قبلہ میں ہوتا ہے
زمین کر بلا پر دفن کی آرزو

یارِ تبت اثرِ مری عا میں مل جائے اک مرتبہ جو ارشدِ ہمد میں مل جائے

صدقہ سے ابوتراب کے یا غفار خاکِ مری خاکِ شفا میں مل جائے

توفیق ثنائے شہدہ ویں پاؤں میں جس میں کہ ہے نامِ وہ بیکر پاؤں میں

یارِ دل سہون جس نے کائنات مرنے پہی قبر وہیں پاؤں میں

فضیلۃ میں کر بلا

حاصلِ جیشہ دین کی حضور ہی ہو جائے لاکھوں منزلِ سقے سے دُور ہی ہو جائے

قدسی کہتے ہیں کر بلا ہے وہ شبت ناری بھی اگر جائے تو نور ہی ہو جائے

حاصل جسے آقا کی حیضوی ہو جائے عصبان کی تیرگی سے دوری ہو جائے
 آئے صل علی مجلس پر نور حسین ناری بھی یہاں آئے تو نوری ہو جائے
 مولیٰ دبیر جلد دوم

خاکِ مزارِ حسین دوائے ہر مرض ہے

(۱۳۵)

اکیسہ کو دیکھا نہ طلا کو دیکھا بے ہوا میں سہرا کو دیکھا
 ہر دور و صبح کے واسطے سیرۃ النافیر دیکھا تو فقط خاکِ شفا کو دیکھا

دوائے درو عصبان

(۱۳۶)

نار کے لئے نفع دے کیما پید اکی جو رو دیا اس کی دوا پید اکی
 عصبان کے مرض کو جو تھا کوئی علاج اُس کے لئے خاکِ شفا پید اکی

سُرمۂ چشم

(۱۳۷)

جبریل امین کو فخرِ دینی ہے حضرت کا غبارِ مبارکِ انی ہے
 ہو جاتی ہیں کور کی بھی نکھیں روشن وہ خاک بھی سُرِ سلیمانی ہے

زیارتِ فضیلتِ عبادتِ

(۱۳۸)

جو روضہ شاہِ کربلا تک پہنچے بے بندہ شک و مصطفیٰ تک پہنچے
 اللہ ہی عز و شانِ زوارِ حسین پہنچے جو حسین تک خدا تک پہنچے

دیس

جو روضہ شاہِ کربلا تک پہنچا معراج ہوئی عرشِ علا تک پہنچا
 کیا تَب رہے ایشہ کا ایشہ پہنچا جو حسین تک خدا تک پہنچا
 سچ منانی

زِيَارَتِ رَضِيَّة مَامِ رَضَا عَلَيْهِ السَّلَام

(۱۳۹)

جَبْ دُورِے اِيَوَانِ عَلَا کو دیکھا لَارِيَبِ کِي عَرْشِ کُبْرِيَا کو دیکھا
سَوَا بَارِ کِيَا طَوَا کِجِے اُدُل اکْبَارِ جُورِ رَضِيَّةِ رَضَا کو دیکھا
عَنْ شَرِ

(۱۴۰)

اِکْ نُوْرِ کَا کَھِشِہ کَا غِرَا خَانِہِے اَبَا دُجُورِ سَکِيہ کَا شَانِہِے
کِيُو نِيکِرِ نُوْرِ دُورِ سُوْرِ کِيَاں خَلُو گِرِي جَبْرِيْلُ اِسْمٰی شَمِہ کَا پُرَا نِہِے
(۱۴۱)

رُغْبِ شِہِہ دِي جَاہِے تَھِرَاتِے ہِيں طَبِہِہ غِلَا مَانِہِہ بَجَالَاتِے ہِيں
اَوَابَتِے ہِيں کَہِ قَعِيہِہ نِہِہ خَانِہِے آتِے ہِيں تُو جُھک جُھک کَہِ عِلْمِہِہ ہِيں

اِس نَم کو جنبِ جو خوش پاتے ہیں ضوآن لے گلہ سہ نور آتے ہیں

کیا صحنِ ہر گلشنِ عجبِ بشیر پانی ایمانِ خضر کے چکر جاتے ہیں

بیدوں میں جگر پہ تیر غم چلتے ہیں رُخسارِ پنہ اشکِ شمع ساں ہلتے ہیں

کیوں تغریہ خانوئیں رونق ہو زیاد دُل بھی توجہ اغوں کی طرح جلتے ہیں

مجلس میں جنابِ طمہ کا گذر

یہ زم زم کے پسر زہرا ہے بیٹھو بہ دبیاں گزر زہرا ہے

چار سسے ہر ایک کے اشک کی ہرپ ہر چشم کے اوپر نقطہ سحر زہرا ہے

مجلس میں مزا اشکِ بمانے کا ہے فردوسِ صلہ رونے لالے کا ہے

خورشیدِ نقابِ رخ اٹھائے کیونکر بانِ قیہ فاطمہ کے آنے کا ہے

مجلس میں ارواحِ امیہ کا ورود

(۱۴۶)

افلاکِ شرافت کے ستارے آئے فردوسِ یایں نئی تہ کیلئے آئے
مجلس میں ہوا روحِ امیہ کا گذر رونے کو طرفدار تہائے آئے

مجلسِ سرا

(۱۴۷)

اگر ملکِ حور کی مجلس ہے تاجِ بہرِ جہور کی مجلس ہے
ہوئی ہو گناہ کی سیاہی نل واسطہ عجبِ نوز کی مجلس ہے

(۱۴۸)

اگر جنبِ ہشتیوں کا مرجع ہے سنجین بھرے میں گلِ جمع ہے یہ
دیکھ کوئی صیو توں کو چشمِ بدود مانی بھی ہو دنگ و ہرِ مرقع ہے یہ

میر غریب شہ سب سے پہلے ہے ایک نیک کامل دوست ہے اس کے

ہر ایک کے گل جمع ہیں اس مجلس میں یہ بزم عزا خلد کا گلہ یہ ہے
میر عشق

راہ غم شہ سب سے پہلے ہے فردوس میں جانے کا یہی راستہ ہے

گلزار کو اس بزم سے کیا نسبت ہے غنچہ نہیں شیعہ نکاح کا گلہ ہے
مراقب عشق جلد ۱

(۱۵۰)

ہے فضل عزا جلد ۱ مجلس ہے گھر گھر ماتم ہے جابجا مجلس ہے

ماشاء اللہ چشم بدور اس میں کیا مجمع مومنین ہے کیا مجلس ہے

(۱۵۱)

اس بزم کو ہر بزم پہ فوقیت ہے حقا کہ یہ بزم گلشن جنت ہے

روئے کو ہیں جمع عاشقان شہیر کیا لوگ میں کیا وقت ہے کیا مجلس ہے

نوٹ ہے۔ ہا کسی تفریح کے جلد مراقب میر موس میں بھی یہ رابعی موجود ہے۔

۱۲۴
(۱۵۲)

احسان نہیں گزرم عزائم آئے آئے تو پناہ مصطفیٰ میں آئے

اس زہم میں آئے جو مجھ جان علیؑ راحت کے رحمتِ خدا میں آئے

دیس

احسان نہیں گزرم عزائم آئے آئے تو پناہ مصطفیٰ میں آئے
گزمی ہی کے دن تھے کھٹاری خاطر پیسہ وطن سے کربلا میں آئے

مرانی قہر جلد دوم

مجلس شیبہ افرادانی نور

(۱۵۳)

حاضر ہوں کیوں حضورؐ کی مجلس ہے حقا کہ عجب ظہورؐ کی مجلس ہے

دیکھو نہ بھرا کچھ اٹھا کے دشمن نہ بھرا سبحان اللہ نورؐ کی مجلس ہے

مجلس کے برکات

(۱۵۴)

ابن اسدؒ کا دربار ہوئے مجلس نہیں کہ تحفہ کلزار ہوئے

ہندو اشک ر کر لیں مومن پھر چاہیں سعلیں سخی کی سیکر ہوئے

کشتِ بزمِ مجلس

(۱۵۵)

نشا ایستہ کسے تھی بزم کے بھرنے کی اللہ عزوجل اس کرم کرنے کی

آنکھوں کو کہاں کہاں بچھاؤں میں نہیں ملتی نہیں جا بزم میں تلوں بھرنے کی

دبیر

ہر عضو سے سر بلند گونا گھٹین ہیں ہر فرش کی ہو کمی تو لو آنکھیں ہیں

کس کس کے زیر پا بچھاؤں میں دبیر ہم چشم بہت میں اوروں آنکھیں ہیں

یاں جھکے بچھانا تھا خضر و آنکھوں کا اس پردہ میں تھا عین سر و آنکھوں کا

پرا تو نہیں تل کے بھی رکھنے کی جگہ آنکھوں کے عوض بچھاؤں آنکھوں کا

نوٹ۔ یہ رباعی میرزا نے بعد از نواب گل حسین خاکی بارہ دروی داغ کرہ اور ترخان
میں پڑھی تھی۔ مجلس ایک ڈبئی کلکری بنا کر وہ تھی ہر مذہب ملت کے لوگ
شریک تھے بہت بڑا مجمع تھا۔ اسی مجمع کو دیکھ کر یہ رباعی نظم کی بغی میر عباس صاحب
بھی شریک تھے جلس میں یہ مرثیہ پڑھا گیا تھا۔ مطلع ”جاں پہ شیر بیشہ حیدر فرائد پر“

(۱۵۶)

مَرْوَمَ کَا تَیَاطَافُ کَرِمْ اَنکِھُوں ۛ اِحْسَانَ یَسْرُیَہِ قَدَمِ اَنکِھُوں پَر
 ہَے عَینِ شَہْرِ فِ خَدِہِ اَحْمَدِ حَسْبِیْنَ گِرُوں جَگہِ بَھائِیْنِ ہَمِ اَنکِھُوں پَر
 مَحِ اہِلِ مَحَلِّسِ

(۱۵۷)

عَاذِ سَبِّ ہِیْ خُلا سَیِّدِ سَبِّ ہِیْ بَیْنَا صِفَتِ مَرْوَمِ دِیْدِ سَبِّ ہِیْ
 کَلِزَارِ ہَے لَکھِیُوں اَنھِیْنِ چھو لوں پَے پَچَہِ مَحَلِّسِ بَرِ گَزِیْدِہِ سَبِّ ہِیْ
 دُعَا بَرِ اے حَاضِرِ مَحَلِّسِ

(۱۵۸)

اِس بَنِ مِ کِی تَعْرِیْفِ کَا غُلُّ ہَر سَہِے اِکِ اِکِ عَزَا وَا رِشَہِ خُوشِخُوں ہَے
 یَا رِجِے یہِ بَاغِ خَزَانِ سَے مَحْضُوظِہُ جَنِبِ کَہِ حَمِیْنِ مِیْنِ کُلِّ ہُو کُلِّ مِیْنِ ہُو

ملج حاضری مجلس

(۱۵۹)

گلچین تو بھلا چمن سنوایے ایسے مجلس السخی بنی کے سپاریے ایسے
 کہتی ہر دم کبھی نہ دیکھے ہوئے گروں نے بھی گنجان ستارے ایسے
 نوٹ:۔۔ بعض نسخوں میں یہ رباعی اس طرح ہے۔

دنیا میں ہیں یہ علی کے پیارے رضوان ہر ذرا گل بہن سا ایسے
 کہتا ہر نہ عزرا کہ فلاک نے بھی دیکھے نہیں گنجان ستارے ایسے

(۱۶۰)

پُر نور ہے سب زم وہ تالے یہ ہیں زہرا وید اللہ کے پیارے یہ ہیں
 کوئے ہیں مجبور غم میں بانالہ واہ شہ کہتے ہیں سب دہشت ہمارے یہ ہیں



یادگذاشتگان

(۱۶۱)

غم پر بہن لیکن انہیں شجالی ہو پاس اُس کے ہیں کو میں کا جو والی ہو
 اُس عشرہ میں تھے شریک مجاہدوں اُن سال نہیں کسی بس جگہ خالی ہو

ضمیمہ دوسرے

روئے عیشم بادشہ عالی ہے اور مرگ کسی نے بھی نہیں ٹالی ہے
 لشکرے غرقِ رحمتِ سب کو اس بزم میں کس کس کی جگہ خالی ہے
مرانی مختصر جلد (۱) ص ۱۲۱ (دعوتِ جہاد)

تائیش آفتاب

(۱۶۲)

الفیت ہو جسے اُسے ولی کہتے ہیں ایسوں کو سیدِ ازلٰی کہتے ہیں
 اہل بزم میں ہو پٹھان کے آئے حینِ کوک ہندیں کر طوطے لکھم علی کہتے ہیں

ہر نالہ دل جستِ کوہِ برما جائے ایسا روؤ کہ ابریشہ مہا جائے

سُرا تو گیا سرِ مہے کیوں حمیتِ ٹھنڈی آہیں کرو تو کر مہا جائے

(۱۶۴)

یوں ہو پ بھی آ کر نہ ہو جاتی ہے آندھی آئے تو گرد ہو جاتی ہے

پنکھے آہوں کے آئینوں کا چھڑکاؤ یاں گرم ہوا بھی سر ہو جاتی ہے

اہلِ مجلسِ کاپسیہ

(۱۶۵)

اجاب کا جمع ہے بہارِ عزم ہے کیا خوب فیضائے چمنِ ماقم ہے

ستینہ میں کھائے میں گلِ فراعنہ شاہ گرمی سے عرقِ تن نہیں شبنم ہے

نوٹ۔ جناب دولہا صاحبِ فرخ مرحوم سے جناب پیاسے صاحبِ عقیدہ مرحوم نے بیان کیا کہ میرزا بیس نے بعد
خدا پڑھنا ترک کر دیا تھا انواب امجد علی خاں صاحبِ بیس شیش محل کی استند عابد خرد و محل میں مجلس
پڑھی۔ جمع کئیہ تھا۔ گرمی شدت کی تھی اور لوبھی چل رہی تھی۔ متذکرہ بالا و باعی اس مجلس میں پڑھی
اور ”جانی ہے کس شکوہ سے رن میں خدا کی فرج“ یہ مرثیہ پڑھا۔ منقول از بیاض قلمی کتب خانہ محمود آباد۔

میر عشق - گرمی سے نہ لیا نہ پریشانی ہو شہیر سے پیاسے کی سناہ خوانی ہے

اے عشق پسینہ نہیں آتا ہرگز دھو ماہے گنا ہو کوئی وہ پانی ہے
مرا فی عشق جلدی

(۱۶۶)

مجلس میں جو بار یاب ہو جاتا ہے عصیاں سب وہ بے حساب جاتا ہے

خوشبو عرق میں ہے غزادوں کے پانی پانی گلاب ہو جاتا ہے

خستگی آواز

(۱۶۷)

ذاکر کی جوا آواز خیزن ہوتی ہے کچھ مرثیہ خوانی سے نہیں ہوتی ہے

تہہ غم شب بے سیر کی تاثیر نہیں آواز قلیق سوگ نشین ہوتی ہے

ہر چند کہ خستہ و خیز ہے آواز پر تعزیر ارشاد دیتی ہے آواز

نکلے نہ اگر کج دہن سے تو بخسا ماتم کے ہیں سوگ نشین ہے آواز
جات دیر

اندازِ سخن تم جو ہمارے سب سمجھو جو لطیف کلام ہیں وہ سب سب سمجھو
 آوازِ گرفتہ گو ہے اسِ ذاکر کی پہرے روؤ اگر اشارے سب سمجھو

فَصِیلتِ ذاکر

(۱۶۹)

نہ بالید ہوں وہ اب مجھے آج ملا ظِلِّ علمِ صاحبِ معراج ملا
 مینہ نشیبتِ سر پر حضرت کا علم اب چاہئے کیا تختِ بلا تاج ملا

بجاءِ علیٰ احسین

(۱۷۰)

پیدا ہوئے دنیا میں اسی غم کے لئے فنا ہی خلا ہے چشمِ پریم کے لئے
 ہم کو دو تئیں خدانے دی ہیں آنکھیں رونے کو ہاتھِ ماتم کے لئے
 نوٹ۔ یہاں لکھنؤ میں پہلی مجلس میں پڑھی جو حسینہ اکرام اللہ خاں میں منعقد ہوئی تھی۔

یہ باتیں دینے نہیں ہیں سونے کے لئے

تہنہیں کے لئے تو سال بھر ہے یاد دس روز محرم کے ہیں مرنے کے لئے

(164)

دِغ غم شیدہ دل میں اگر پیدا ہو مگر بھی محبت کا اثر پیدا ہو

گر بعد فنا خاک کو چھائیں میری
پیدا ہو، اگر تو چشمِ تیر پیدا ہو

(163)

ہر عجب شہ میں جان کھوئیے ہر روز ہنر آہنوں دھویا کیے

بتدار اگر بھوں بخت نمود میدانیس حسرتی کہ خواب میں بھی بیا کیجئے

(147)

ہر دم غم سبب شدہ لولاک کیا جب نام لیا چشم کو نناک کیا

ترہو گیا و مال تو پھاٹا دامنِ پایا نہ گریباں تو جگہ جاک کیا

گو شیریں مہر کی تمازت ہو گئی پر شہ کے عزا دار و کورِ حُت ہو گئی
دل کھول کے سنگِ سِکال میں رو قبروں پر تپتی اتنی بھی دُست ہو گئی

مظلوم پہ نِرم مونیّتِ روتی ہے ہر کون سی آنکھ جو نہیں روتی ہے
ہر تپتے جو کوئی دُنیو والا شہ کا اُس سب چالیںسِ دُن تیں روتی ہے

جُبارِ وحِشِ مرنے والے ہو گئے شاہ شہدائے سب جانے ہو گئے
جَنّت جاگیر میں ملے گی سب کو نئے اعمال کے قبائے ہو گئے

نیساں کو خجل دیدہ تر سے پایا دامن کو بھرا ہوا گہر سے پایا
یہ لطیف اٹھایا نہ کستی شادی میں جو خطِ غم شاہِ سخنِ ویر سے پایا

فِرَصَّتْ کُمْنِ سَاعَتِ زَمَانِ سَہِلی بیگانے سے احیٰ نہ یگانے سے ملی
حَقَّاکِ پُلِکِ نَوِیْنِ ذَاتِ تَرَبِی جَنّتِ نہیں اشکوں کے بہانے سے ملی

دیس

گھرِ خلد میں مجلسوں کے جانے سے بلا قِصرِ گمراہی اشکوں کے بہانے سے بلا
ہر شہم کے چشمہ سے یہ جاری ہے صد کونہ مردم کو اس بہانے سے بلا
الیزان

(۱۸۰)

اشکوں میں نہاؤ تو جاڑھ ٹھٹھے ہوں بھیکے جو فرہ دیدہ تر ٹھٹھے ہوں
یوں سینہ قلبِ سیر ہو جائیں گے خیرِ خاں نہ میں جیسے باہم و ٹھٹھے ہوں

(۱۸۱)

جو شاہ کے غمِ کمرِ دل میں جا دیئے گا اللہ اسے اس کا صلا دیوے گا
ایشاکِ غمِ شہیر کا دیکھو تو اثر اک قطرہ جہنم کو بجھا دیوے گا

کس غم میں یہ لذت ہے جو غم میں ہے سینہ کو میرے شہ کے اقام میں ہے

ہر چشم کہتی ہو دکھا کر شک رونا کا مزہ ماہ محرم میں ہے

با دل آہ کے رو گئے ہائے غضب آسنا یا اب ہو گئے ہائے غضب

جی بھیجے حسین کو نہ روئے سناں آنکھوں کے نصیب سو گئے ہائے غضب

رونے کی جو غم میں شہ کے جو ہو گئی وائیکہ عاقبت کو ہو دے گی

اشکوں کا جواب رو پڑو کیا ورنہ محشر میں سی سے آہر ہو گئی

بیل یہاں آگے خوش بیانی سیکھے انداز فغان مجھ سے فغانی سیکھے

رنامی آنکھوں کے حال بڑ دریا مے شکوں سے وانی سیکھے

نوٹ۔ یہ رباعی شہ کے غدر کے بعد جب محرم بہات میں پڑا تھا پڑھی گئی۔

۱۳۶
(۱۸۶)

آنکھ ابر بہارنی سے لڑتی ہتی ہے شکوؤں کی دامنہ پہڑی ہتی ہے
دونوا کھیس میں ہی یادوں بھاؤں یاں سارے برسوں یک جھڑی ہتی ہے

(۱۸۷)

ہر چشمے اشکوؤں کی روانی ہو جائے مقبول مری مرثیہ خوانی ہو جائے
فیصل باری سے ہوں آئینہ جاری ساون کی گلفا شرم سے پانی ہو جائے

(۱۸۸)

رجس جاؤ کر حسین ہو جائے رونے سے لوں کو چین ہو جاتا ہے
اگر بزم عزائے شہ میں رونا ہر چشم کو فرض عین ہو جاتا ہے

(۱۸۹)

آئینہ خاطر کی جلا ہے رونا او ویدہ میروم کی بضایا ہے رونا
پوچھا جو علل ج ذل می جانے کہا ہر دہو کی فنیاس و دلا ہے رونا

(19.)

عمرابی عیشہ شہ میں بسر کرے تو آنکھوں کو بھی آنسوؤں سے تر کرے تو

رکھ ہاتھوں کو اپنے شغلِ اقام میں سدا پھر قصرِ جانا انیس مرکزے تو

(191)

کے کام آئے گی تیز موشی تیزی ہی خیر و لایں گرم موشی تیزی

مجلس میں کئے جانے والے حضرت کے عزیز
ہے عین خطا یہ سیم پوشی پوری

(194)

ہوتی ہے ہر ایک شے کی عالم بننا۔ شاید ہی کسی مٹھوی میٹھم کی جو غم نہ بننا۔

یچھایا ہے توں پہاڑ بندہ میلال
 رونے کی ہے عشرہ مجسم میں بہار

(194)

وَمِنْ حِجَّتِهِ فِي مَعْرِهَا يُؤْتِيهِمْ حِكْمًا وَتَحِثُّ بِهِ فَعْلًا وَبِهِ يُفْهَمُ

موتی سے فروتن ہونا میں شک
حضرت کو جو بنظروں نظر ہو جائیں

شیشیر کا حشر تک ہے تاہم باقی اور زبیت کا عرصہ بہت کم باقی
 جی بھرتے حسین ابن علی کو رو اب نصف ہے عشرہ محرم باقی
 (۱۹۵)

کس طرح کہ نہ ایک عالم فہم جی بھرتے کیا نہ شبہ کا ماتم فہم
 کیا جلد گزرتے یہ دن نغم کے کیوں صاحبو ہو چکا محرم فہم
 (۱۹۶)

اے شاہ کے غم جان کھوئے والو اے ابن علی کے صدقہ ہوئے والو
 اس خبر عظیم کو نہ دو ہاتھوں سے اب ہی شہین اور میں روئے والو
 (۱۹۷)

عشرہ کے بخود یاد ہیں تے ہیں جی بھرتے نہ روئے ہی کچھ پائے ہیں
 رونا آئے تو خوب رو لو یا رو جہلم کے بھی آہام چلے جاتے ہیں

عِزَّائِی سِرِّ خاتونِ زمینِ کوا تبتِ ناموسِ ایدو محرنِ ہے ایتبت
چہلم کے ہیں نِ خیالِ اڈاویارو شیر کی لاشنِ بے کفنِ کوا تبت

چشمِ عزادار

(۱۹۹)

سوزِ غمِ شمسِ باغِ آنگھیں ہیں گلِ لختِ جگرِ باغِ آنگھیں ہیں
چشمِ بدورِ بزمِ باقمِ ہے نورِ آنسوِ غنِ کوا درِ باغِ آنگھیں ہیں

چشمِ عزادار

(۲۰۰)

ہیں سوگ میں شیر کے ہر دم نکھیں روتی تمام سیالِ ہر دم آنکھیں
بیجا نہیں توستِ مژہ کی جنبشِ کرتی ہیں شہِ شاہینِ کامِ نکھیں

۱۴۰
مردم چشم
(۲۰۱)

شیر کے غم میں دل کو بتیابی ہو شادی کی اہل اندوہ میں نایابی ہو
دو آنکھیں ہماری دودیا ہیں ہر مردم چشم مردم آبی ہو
(۲۰۲)

پنخانہ کوثر کا شیرانی ہوں میں کیا قبر کا خوف بو ترانی ہوں میں
کہتی ہو چشم خشک رکھو نہ مجھے اے اہل نظر مردم آبی ہوں میں

مرزگانِ اشکِ لود

(۲۰۳)

ہاں جوشِ غم سیرِ عالی ہو جائے چہرہ و ان اشکوں سے بجالی ہو جائے
یوں محنتِ بیکر چشم سے ٹپکین نہیم ہر محبے مرزہ چھو کوئی ڈالی ہو جائے

دل تم پشیمیں صد پار ہے نہ ضبطِ فغان نہ صبر کا پار ہے

ہر مرتبہ جوشِ ن ہو دریا غم کا ہر موئے قرعہ پشیم کا وار ہے

کیا دیت مزہ کو ہاتھ آئی تسبیح سبحان اللہ کیا بتائی تسبیح

آنسو نہیں کہے ہیں غم شہ میں نیس آکھوں لگی ہے کر بلائی تسبیح

اشکِ ناز

ہر لٹکے عز و آوار درمیکتا ہے میتِ فردوس کو زرد طو ہے

اللہ ہے مشتری فروشندہ رسول کیا جنس ہے کیا بہا ہے کیا بول ہے

جب دل غم شہ سے داغ ہو جاتا ہے ہر گوشہ و تب بداع ہو جاتا ہے

مردم کہتے ہیں جس کو یاں اہ شک و ان گو ہر چپے داغ ہو جاتا ہے

مجلس میں عجب بہا چشم تہے سہرِ خنیت جگر شک گلِ حر تہے

اشکوں سے ہو کیوں نہ آبرو آنکھوں کی بے قدر ہے وہ صدفِ جوئے کو تہے

دبیر

اشکِ غم شہیدِ درِ کتنا ہے ہر دیدہ حق بین سے در پند ہے

بے اشکِ عزا آبرو سے چشمِ تہِ خاک پانی نہ ہو جس میں وہ کنوارا نہ ہلے

حیاتِ دبیر

(۲۰۹)

مصرفِ جوہر نے کی طرف آنکھیں ہیں مردم کے لئے غرضِ شرفِ آنکھیں میں

جوشِ غم شہیدِ سے مل دیا ہے آئینہ کو ہر پیرا و صدفِ آنکھیں میں

(۲۱۰)

رونے سے جو بہر مند ہون گی آنکھیں خالق کو دہی پسند ہون گی آنکھیں

تہے عین یقین کا آئینوں کا عقدہ کھل جائے گا سب جو بند ہوئی آنکھیں

خیر سے بھی آبرو میں تہریتِ شکایت اُسید ہو شترِ می و گوہر ہیں ایشاک

اٹکھوس لگا کے انکو کہتے ہیں ملک گوہر نہیں فوجِ حشم کوثر ہیں ایشاک

ناگھر میں کفن نہ بُوریا کہتے ہیں دامن میں گلِ شکِ عزاکتے ہیں

ایجام پہ ہے نظِ سووم ہو کہ نہ ہو یہ پھول بھی سے ہم اٹھا کہتے ہیں

رونے کا رسول حق صلا دیتے ہیں شیعوں کو ملائکہ دعا دیتے ہیں

کتاب ہے چشم سے ٹپک کر نشو ہم وہ ہیں کہ دوزخ کو بچھا دیتے ہیں

جو قطرہ شکایت ہے دلِ آرام ہے یہ فیضِ غمِ شبیرِ خوشِ انجام ہے یہ

اٹکھو ملی ضیا تقویتِ قلب و دماغ آئینہ نہ سمجھ روغنِ بادام ہے یہ

دِراغِ غمِ شہِ سینہ میں گل بوٹے ہیں کیا کیا گریہ میں بہا بوٹے ہیں
مجلس میں بیٹھے جو کہ توتے ہیں انہیں شکِ نیکے بھی موتی ہیں مگر چھوٹے ہیں

دیس

مجلس میں گلِ اشکِ عزالوٹے ہیں تاب کے دلا شیشہ دل ٹوٹے ہیں
یاں اشکِ پانی کا بھی ہو مول بہشت موتی پتے ہیں جو ہری چھوٹے ہیں
سہ شان

دراغِ دل

روشن جو ہر ایک دراغ ہو جاتا ہے سینہِ حبت کا باغ ہو جاتا ہے
دلِ اہلِ عز کا غم سے جلتے جلتے جہلم میں چل چراغ ہو جاتا ہے
(۲۱۷)

بخشش میں غمِ شاہ کو کافی پایا، تیرت میں بھی لطفِ سینہ صافی پایا
موتِ رخ کیسا دکھا کے غم کیلئے چراغ ہر قسم پر واناہ میٹا فی پایا

آنیوں مومنین کے لئے غار ہے شیعہ کی لحد خلد کا دیر وازہ ہے
 فراغ غم شاہ ہے تہ تبریک وشن یہ پھول خزاں میں بھی تروتازہ ہے

سوزِ شنِ قلب کے

(۲۱۹)

سوزِ غم سیرور سے جگرِ جلتا ہے دُن بھر جلتا ہے رات بھر جلتا ہے
 سینہ مرا شہ کا قریبِ زخاں ہے دُن جلتا ہے یوں جیسے اگر جلتا ہے
 ثوابِ آہ و نالہ

(۲۲۰)

ہم لوگ اگر قدرِ غمِ شاہ کریں یہ سرِ پٹنے سے ہاتھ نہ کو تاہ کریں
 ہر داناہ اشک ہے ثوابِ سیح تھلیل کا اجر ہے اگر آہ کریں

محبت حسین میں موت

(۲۲۱)

جز مریح سخن مُنہ سے کوئی کم نکلے ہرم سینہ سے آہ پُرم نکلے

روحی بفاک یا حسین ابن علی نکلے تو محبت میں تری دم نکلے

رِشائے صفا

(۲۲۲-۲۸۷)

شہادت حضرت علیؑ

دامادِ رسول کی شہادت آج مےصو مونہ فاطمہ کے آؤں آج

جنت میں تڑپے ہیں سول الثقلین خاتونِ قیامت یہ قیامت آج

(۲۲۳)

ہے آج وہ دن کہ انبیاء مئے گرد و نہ ملک اشکوں منہ ہوتے ہیں

دنیا سے محمد کا وصی اٹھتا ہے بنِ باپ کے سبطینِ نبی ہوتے ہیں

گردوں پہ ملک ہیں نوحہ خوانِ حیدؑ ذاکر بھی ہے مصروفِ بیانِ حیدؑ

سہ گھڑیں ہے آج بزمِ ماتمِ بربا رونے کو ہیں جمعِ شیشیانِ حیدؑ

گھڑ سے جو پئے نیازِ باہر نکلے مرنے پہ کتبہ باندھ کر کے حیدؑ نکلے

والید کہ حق خانہ زادِ می یہ ہے نکلے جو خدائے گھڑ سے مرکزِ نکلے

میسجد میں چراغِ دینِ خاموش ہوا سہرکتِ فغانِ آہ کا جوش ہوا

بہنالبوس نیلگوں گردوں نے کیے اسی ماتم میں سینہ پوش ہوا

کعبہ میں جسے حق نے اتارا ہوگا میرحب کے جوان کو جس نے مارا ہوگا

تلوار سے اک شقی کی سجانِ ایڈ پیسجد میں اسی کا سیر و پار ہوگا

روانگی امام حسینؑ از مدنیہ

(۲۲۸)

کیوں آہ نہ شیعوں کے جگر سے نکلے کس طرح نہ اشکِ چشمِ تر سے نکلے
کیوں نہ اوس اوس اہل عزاداروں کے پیئرِ انجمنِ نوں میں گھرتے نکلے

مفاریقتِ بیتِ اللہ

(۲۲۹)

گھر چھوڑ کے ملعونوں کے سر سے نکلے اور وضہ تیزِ دلِ بشر سے نکلے
کیعبہ میں بھی ملعونوں نے رہنے نہ دیا روئے ہوئے اللہ کے گھر سے نکلے

وبیہ

یہ ہے کشورِ لکھنؤ غم نے لوٹا اور شیشہِ ہمبر سنگِ غم سے لوٹا

یہ ماہِ رجبِ پہلے کہ جہیں شمس سے ناکا کی کھاڑی میں چھوٹا
مراںِ دہرِ جلد ۲

شہادتِ سپہِ انِ جنابِ مسلم

(۲۳۰)

چلائے تھے مسلم کے سپہِ قتل نہ کر مظلوم ہیں اور بے پدر قتل نہ کر
ہم بے وطنوں کا رحم کر اپنے حارثا اللہ ہمیں پیچھے لے کر قتل نہ کر

آمدِ ماہِ محرم

(۲۳۱)

آئے یا رومِ محرم کا مہینہ آیا سرِ پیو عینِ شامِ مدینہ آیا
کیا بیٹھے ہو سر پہ خاکِ اڑاؤ کو اجڑ کا تہا رہی میں سفینہ آیا

(۲۳۲)

لے اہلِ غزا کے دن آہو پئے غم کی آئینِ مجاہد کے دن آہو پئے
فریاد کیہ فاطمہ کی بستیِ اجڑی آبادی کر بلا کے دن آہو پئے

امام کا کر بلا میں داخلہ

(۲۳۳)

کیا زکا لشکر لبِ قدیا اُترا جو مالکِ ثر تھا الگ اُترا

گھوڑے سے جو کر بلا میں ترے شہیر غل تھا کہ میں پہ عرشِ علا اُترا

امام کو لبِ نہرا ترے کی ممانعت

(۲۳۴)

خیم لبِ نہر شہ کو کرنے نہ دیا پانی بھی ہشتیوں کو بھرتے نہ دیا

پہلی پہی دعوت تھی کہ لوگوں نے دریا پہ میا فر کو اترنے نہ دیا

شبِ عاشورِ محرم

(۲۳۵)

شہ کہتے تھے عاشقِ الہی ہوں میں ہستی سے عدم کی سیٹ اہی ہوں میں

جی بھر کے مجھے دیکھ لوزیہ شہ قتل وائید چراغِ صبح گا ہی ہوں میں

اے مومنو فاطمہ کا پیار شیر
 کل جائے گا بھوکا پیاسا مارا شیر
 ہو جائیں گے تیرے پیئے خاندان
 آج اور ہے مہر کا ہمارا شیر
 قتل حسین ع کے منصوبے

کہتے تھے لعین اوطین رہائیں گے
 اسباب جن و بشر پائیں گے
 یہ گوہر مقصود ملے گا ایدم
 جب طمرے کے لال کا پر پائیں گے
 گرمی عاشور

پتھر بھی حریت اسے گھیل جاتے تھے
 پھٹکتے تھے بدن نگ بدل جاتے تھے
 اندر ہی ہوائے گرم روز عاشور
 جب آتی تھی لوں مہریت جل جاتے تھے

تَشَنُّغِ حُسَيْنِ کا فاطمہؑ پر اثر

(۲۳۹)

کہتی تھی بول آہ یارب کیا ہے کچھ خود بخود آج دل مرا اڑا ہے

پڑتی ہے گلے میں آکھوتر کی گرہ شاید مرا شیر کہیں پیاسا ہے

تَشَنُّغِ امامِ حُسَيْنِ

(۲۴۰)

مظلوم نہ شاہِ کج و بر سا ہوگا مینہ تیرا کایوں کسی پہ برسا ہوگا

پیا سے لے کر لہا میں جھڑجھڑاؤ یوں گبر بھی پانی کو نہ ترسا ہوگا

مصابِ شہدائے کربلا

(۲۴۱)

عباسؑ کو لطفِ زندگانی نہ ملا اکبرؑ کو بھی کچھ حظِ جوانی نہ ملا

اسنِ موسیٰؑ کو زینِ غضبِ یارو بشیرؑ کو تین روز پانی نہ ملا

شہادت حضرت قاسم ابن حسن

(۲۴۲)

جھک جھکا کے تو میں ابن حسن دیکھا لیکن نہ سیکھنے کی بہن نہ دیکھا

آنسو کن آئے مگر آنکھیں نہ کھلیں لاش لی تو دکھا دوڑیں نہ دیکھا

(۲۴۳)

شمعوں کی طرح لوگوں کو جلتے دیکھا آہوں کا دھواں منہ سے نکلتے دیکھا

افسوس کہ میدان میں نہ جا سکا نے دیکھا جسے اس کو ہاتھ ملے دیکھا

(۲۴۴)

دشمن کو بھی دے محمدانہ اولاد کا داغ جاتا نہیں ہرگز زل شاد کا داغ

فرماتے تھے دیکھ لاش قاسم حسین اولاد سے کم نہیں ہے داماد کا داغ

(۲۴۵)

قاسم کو عدو نے خون میں لال کیا شیر نے یہ کہہ کے عجب حال کیا

تا بوقت چہرے کے باپ کے ماتھے پر گھوڑوں کے پھونکے اس کو پال کیا

شہادت حضرت عباسؓ

(۲۳۶)

خوں بجائے کاشے کر و بڑھتا تھا پیاسے کا لہو کنارِ چو بہتا تھا
تھانج میں سقائے حرم کا لاشہ دریا تو ادھیرا دھیرا لہو بہتا تھا

(۲۳۷)

شہ کہتے تھے عباسؓ سلا مہ زوریا کیا اسٹک تھمیں کہ دل پہ قابو زوریا
یکدم گئی تاب تو ان شہیر اُس ہاتھ سے کیا ہو حسینا بازو زوریا

شہادت علیؓ اکبرؓ و علیؓ اصغرؓ

(۲۳۸)

بانو کشتی تھی ہائے اکبر لہے غم رنگیا ہمشکلِ ممیہ نہ لہے
ہو کر چھ مہینہ کے گے کوئی نہ گھر میں مرنے سیال بھر بھی صغر نہ لہے

شہادۂ علی صغیرؑ

(۲۴۹)

ماں کہتی تھی حسرتِ تھیں آہ ملی تصویرِ تیری خاکِ میں لے ماہ ملی
اماں صدقے ہو تم پرین نہ جئے صغیر تھیں عمر ایسی کو تاہ ملی

دفنِ علی صغیرؑ

(۲۵۰)

مَر جئے جو فرزند تو کیا چار ہے بس صبرِ علاجِ دل صد پار ہے
صغیر کو لٹائے قبر میں شہ نے کہا آرام کرو اب یہی گہوارہ ہے

(۲۵۱)

جوشی تھی سرِ چرخِ برین ملتی تھی ایک ایک صنفِ لشکرِ کین ملتی تھی
صغیر کو چون میں فن کرتے تھے سین گہوارہ کی مانند زمین ملتی تھی

امام حسینؑ کی رخصت

(۲۵۲)

جب بیویوں کو دیا ہوتا تھا حسینؑ نے فرمایا کہ ہوش کھو گئے تھے حسینؑ
سب کو تو بتلی دے جاتے تھے مگر زینبؑ کی طرف دیکھ کر دوتے تھے حسینؑ
امام حسینؑ کی ہیکسی

(۲۵۳)

کہتی تھی بتول اے مرید اپنے پیڑ
جنت کو بردائے سب عزیز و رفا
کس کی ہیکسی سے جانتے ہو اے شہید
ان کوئی نہیں پاس تھا اے شہید
امام حسینؑ کی مظلومی

(۲۵۴)

میدانِ جین حضرت تم ہوتے تھے زہراؑ علیؑ شکوے کیجھ ہوتے تھے
بھائی کیلے ہوتے تھے شہید تیار نہ رہا کہ مجبور خوار ہوتے تھے

جناب زینب کا استغاثہ

(۲۵۵)

زینب نے کہا ظلم و ستم کرتے ہیں
 جیسے تم کی شہزادی ہو تے
 یا شاہ نجف آدم کی خاطر
 سرکاری کابعد میں تسلیم ہوئے

امام حسین کی زینب سے محبت

(۲۵۶)

وہ کہنا صمد تھا جو شہ پر ہوا
 پانی بھی دم نزع میں نہ ہوا
 ردیا کہ زینب کی شہزادی
 جبکہ کہ رواں خلق پہ نچر ہوا

وہ

زینب بکے میں شہزادی تھی
 پرستہ نہ شاہ کے نظر پھرتی تھی
 تھی شہزادی تھی شہزادی
 سیر پھرتا تھا جس میں پھرتی تھی

نشکی امام وقت قتل

(۲۵۷)

شہدے تھے خالق کائنات ہونین کریم ہمیں سر کا نواہا ہوں میں
کچھ بانی پلا کے قتل کرنا مجھ کو اے سرور کئی روز کا پیا ہوں میں

شہادت امام حسین

(۲۵۸)

فریا و فغان و رنج و غم کے دن ہیں بے شبہ اندوہ و الم کے دن ہیں
کیونکر نہ کریں لوگ قیامت پر بے سرو ہوئے شیر ستم کے دن ہیں

(۲۵۹)

خون میں شہدے مظلوم کا سینہ ڈوبا بچا ہوا بر باد و مدیت ڈوبا
کیا بیٹھے ہو سہر پہ خاک اڑا دیا خوشکی میں محمد کا سفینہ ڈوبا

امام کی فرض سے شکر و شہ

(۲۶۰)

جب فتح حسین فیوضی الاکرام ہوا ماتم کا جرم سیرا میں کہتے ام ہوا

آتی تھی یہ شہ کے سن بے سے صدا انجشیش امت کا سیر انجام ہوا

حسین کی امت رسول سے محبت

(۲۶۱)

تلواروں سے جسم شہیدین چور ہوا تیروں سے بدن خانہ نبوہ ہوا

ہر خنڈ کہ تھی کمرش شمشیر و دم امت کا مگر قتل نہ منظور ہوا

پامالے شہدا

(۲۶۲)

جہانگیر شاہ خوش زبان کیا اعدائے شہیدوں کا عجبان کیا

گھوڑے دوڑائے چاند سے یونان سیرے کی طرح گلوں کو پال کیا

جکٹ گیا سجدے میں سرباک حسینؑ لٹوٹ بڑے لٹکائی پوٹناک حسینؑ

فریاد ہے امت کے کفن کے بدلے پاناں کیا سیکر چلاک حسینؑ

سیوم شہداء ذکر بلا

میرقد بھی شہیدوں کے بنائے نہ گئے کچھ لوگ بھی فاتحہ کو آئیے نہ گئے

چالیسویں تک ٹپے رہے قتل میں وہ پھول موم کو بھی ٹھائے نہ گئے

دسواں

بستِ دیکھ ماہِ محرم ہے آج جس آنکھ کو دیکھے وہ پر غم ہے آج

عاشورہ ہے بہ بدین ہے لاشِ حسینؑ کل اُن بے کفن دُکھور کا ماتم ہے آج

چشم

(۲۶۶)

برہم ہے جہاں عجب بلا طم ہے آج
سرو تپتے ہیں دنیا میں خوشی گم ہو آج

چالیسویں تا گڑا نہ لاشہ جس کا
اُن سیکس من ظلم کا چلم ہے آج

(۲۶۷)

مارے گئے جو وہ سب لعین دفن ہو
زہرا کے نہ لے نازین دفن ہوئے

عاشورہ محرم کو گئے قبل حسینؑ
پہر قبر میں بعد اربعین دفن ہوئے

دبیر

جو مر گئے فی الفور وہ سب دفن ہو
الانہ حسین تشنہ لب دفن ہوئے

عاشورہ سے چشم کا تباہی دیکھو
کب قتل ہو چھ حسین کب دفن ہو

مراثی دہر جلد ۲

(۲۶۸)

عزبان سر خاتون زمن ہوا بتک
ناموس پہ لیا دوحین کہے اب تک

چہلم کے ہیں خاک ڈاؤ یا رو
پشتیر کی لاش بے کفن ہے اب تک

صَدَقَ تَرْتِیَ فَاطِمَہ کے جانے حُسینؑ
 اُس نے عجب دُکھ تجھے دکھلائے حُسینؑ
 عُرَیاں ہی لاش کی مہینہ دس دن
 مَر کر نہ کفن تجھ کو ملا ہائے حُسینؑ

روئے زمین یہ سہم جو بسترِ موتا ہے
 ہر اشکِ عزا ورنہ اکبرِ موتا ہے
 چہلم کی بھی مجلسِ سخن میں خروبو
 اب با صیف کا بھی سفرِ موتا ہے

حسینؑ کے جہنم

عابد کہتے تھے آہ کیا چار ہے
 یہ لاشِ امامِ وطن آواز ہے
 گرجے کریں نہیں تو قرآنِ موحیٰ
 ہر عضوِ حسینؑ سیارہ ہے

وفن امام حسینؑ

(۲۷۲)

جَبْ فَنِ ہُو شِیرِ خُدا کا جانی سَجاوے کی قَبِرتِ اَرَبِ فِشانی

شِپِیئر کی پِاسِیں کا ہُنوں کیا سِراثر پیتی گئی خاکِ جَنینا چھڑکا پانی

سِکینہٴ مَنتِ امامؑ کے مِصائبِ

(۲۷۳)

کہتی تھی سِکینہٴ گھٹ کا جَلنا دیکھا ناں اُنہوں کا بلوے میں نکلنا دیکھا

زندانِ مِں گئی اور طَما پُچھے کھائے اِس چارِ برِسن کے سِرنِ مِں کیا کیا دیکھا

اِسیری اہلِ حِرمِ

(۲۷۴)

جَب شام کے زندانِ مِں حرمِ بند ہو تارِ کئی سے بنی بیونے دم بند ہو

سرِ پٹیکے زینبؑ کے کما دے اُنصیب بازو سے سَن کھلی تو ہم بند ہوئے

آل رسول کے مصائب

(۲۷۵)

اِک کہنہ ردا آلِ عبا کو نہ ملے برتتِ مظلوم کر لیا کو نہ ملے
کیا ظلم ہے یاے فلکِ انصاف پانیِ نیرِ نہ مصیٹھا کو نہ ملے

بر بادِ بے خانہ زہرِ عسرا

(۲۷۶)

دشمن جو شیرِ یسیرِ ستم ایجاد ہوا محبوبِ خدا کا باغِ بر باد ہوا
لکھتا ہے کہ کر بلا میں گھیرا ہوا ایسا اجر اکہ پھر نہ آباد ہوا

دبیر

باران سے ہر اک خشک شجرِ سبز ہوا جو نخل چھٹتا زیادہ تر سبز ہوا

پیرِ باغیوں نے گلشنِ شاداب بٹول ایسا کاٹا کہ پھرتے سبز سبز ہوا

حیاتِ دیر

عزیمین بوقت تازہ ہے

(۲۶۷)

ہفت عزیمت ازمن تازہ ہے ہر فصل میں نیا نیا جو کام تازہ ہے

شیعوں کے دلوں کے ساتھ در عزا جب فیکھئے نیرت کہم تازہ ہے

حضرت اسین کی امام حسین سے محبت

(۲۶۸)

ظاہر وہی الفی کے آئین ہیں اتک قربان شیعہ دیکھتے ہیں اتک

موتے ہیں علم آگے جب اٹھتی ہوجی عباس علی سینہ سپر اتک

عزیمین

(۲۶۹)

زہرا جو بے لہ و فغان ہستی ہیں منہ ماکھوں کو ان جان ہستی ہیں

کیا غم ہے کہ نور عین ہر اک لئے دیر سہ مژدہ سے تپان ہستی ہیں

پدے کے غم میں حضرت عائشہ کا حال

(۲۸۰)

عابد کو سراپا کا غم بہت سا تھا واماں مژہ اشکوں سے غم بہت سا تھا

تھیں فرط بکا سے دلوں کو کھینچ کر خسار مبارک سے دم بہت سا تھا

(۲۸۱)

بن روئے نہ عابد سے رہا جاتا تھا خطبہ نمبر ستر نہ پڑھا جاتا تھا

بہشت میں اگر لیتے تھے وہ جامِ حنین روتے تھے یہاں تک کہ غش آ جاتا تھا

(۲۸۲)

عابد تھے مدام صبح ہوتے روتے جب خانے کے روتے جبکہ روتے روتے

چالیں بن بن کر کوئے بیاں تک رخسارے بھی گھل گئے تھے روتے روتے

(۲۸۳)

سچا دھرمین شبنم بکا رکھتے ہیں تراشکوں کے رخسار سے دار رکھتے ہیں

بھرتا ہے دِل دیکھ کر جامِ مراد یادِ عطش شاہِ مہارے رکھتے ہیں

(۲۸۴)

عابد کو کبھی خوشی نہ دیکھا ہے گریہ نہ جانتے نہ سوتے دیکھا

شب سے تا صبح اور سحر کے لاشام جب کوئی گیا آپ کو روتے دیکھا

(۲۸۵)

تھے ریت آپ با تھ دئے سجاد شب کو کبھی احیت نہ سوائے سجاد

جنتا کئے ہنستے نہ کسی دیکھا چالیس برس با کھڑے سجاد

حضرت عابد کا صبر

(۲۸۶)

کیا رنج بھائے شقیات سے کھینچا لیکن نہ قدم راہِ رضا سے کھینچا

سردار تھے صابروں کے سجادِ حرم کا شاہی نہ جھکے کتب پکھینچا

(۲۸۷)

سجاد کے چہرے سے تغیر نہ گئی تھے کل کے امیرِ فقیری نہ گئی

زنجیر قدم ضعیف ہاں سون تاک آزاد ہوئے پر بھی اسیری نہ گئی

احلاقیہ

بے ثباتی دُنیا و اہل دُنیا

پُرساں کوئی کبجہ ہر ذاتی کائے ہر گز کو گلہ کم الیقانی کائے
 شے بے جو بد جہ گریہ پوچھی تو کہنا رونا فقط اپنی بے ثباتی کائے
 (۲۸۹)

جس دن کیم فراق روح و ن میں ہوگا مشکل آنا میں اچھین میں ہوگا
 نازان نہو خست نہو پیکر غافل اک روز ہی جسم کفن میں ہوگا
 (۲۹۰)

کے منزل حشرت و محن ہوئی ہے فرقت یا بین روح و ن ہوئی ہے
 کیوں نام کفن میں کر رہا ہے ایس اک دن تیار نہ ہوئی ہے

جوشے ہے فائے بقا سمجھا ہے جو چیت ہر کم سے سوا سمجھا ہے

ہے تجھ جہاں میں عمر نند جہاں غافل سن ندگی کو کیا سمجھا ہے

ساگرہ

(۲۹۲)

دل سے طاقت میں سکر جا ہر آنا نہیں پھر کر جو نفس چاہا ہے

جب سا لکیر ہوئی تو عقد یہ کھلا یاں و گرہ سے اک برس چاہا ہے

بندِ اسیر

(۲۹۳)

کچھ عقل کی میزان میں بھی تولانہ گیا چڑھ گئے سن طرح کو تولانہ گیا

عقدِ اسیر ہو لکڑہائیں یہ بندِ اسیر کی سی کھولا نہ گیا

خیت نام

آز خرم حقیض ارض تا اوج زحل کردم ہمہ شکایت عالم را حل
بیرون جہنم ز بند ہر سہر کرد حیل ہر بہر کشادہ خند مگر بند حیل

موت نام مصائب کا غارتگری ہے

(۲۹۴)

وہ موجِ حوادث کا تھپیڑ لہ رہا کشتی اُٹھائی غرق و بھڑانہ رہا

سب بے جھگڑے تھے زکاتی کا نہیں ہر سہم سہم تھے تو کچھ بھڑانہ رہا

خیت نام

بابط نیگفت ماسیہ تربت تاب باشد کہ بجوئے رشتہ باز آید آب

بہ گفت کہ چون من تو گیتیم کہ آب بعد از پس مرگ چہ دریا بہر آب

دہلی

میں لاکھ کوں بے گھنہ کی نہیں ناہرستہم جو مجھ کا لکھنے کی نہیں

ہستی کو آہ قصہ حسرتوں را نہ بے موت کے گتھی یہ سلجھنے کی نہیں
حیات و تیر

۱۷۱
موت کیسے آئے
(۲۹۵)

ہر اک بغیرِ نبیؐ کے زمانے کے لئے انسان کا دل تنوع اٹھانیکے لئے
بُڑھایا ہو کہ نوجوان غنی ہو کہ فقیر سب آئے ہیں خاک میں جانیکے لئے

میرنے صحیحے بعدِ ویران کی محتاجی

(۲۹۶)

وہ تخت کہ صہبائے کمانا ہیں جواج پہ تھے سیر نہیں آج ہیں وہ
قرآن لکھ لکھ کے وقف کرتے تھے اک سورہ الحسکے محتاج ہیں وہ

دوسرے

دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا کس کس کا نہ یاں ہم نے زمانہ دیکھا
برہمن رہا جن کے سر پہ چڑ رہیں ترستے نہ ان کی شایانہ دیکھا
حیاتِ دہرِ دسہن مثالی

جو پہنچا رہا ہے وہ مرنے کا صبر

(۲۹۷)

میں جہاں سے دوست کیا کیا گئے اُن باغ سے کیا کیا گلِ عنایہ گئے
تھا کونسا نخلِ حبی نے دیکھی خزان وہ کون سا گلِ تکفلے جو مڑھیا گئے

ہر ایک نے خواب سے

(۲۹۸)

طفلی دیکھی ہے با دیکھا ہم نے ہستی کو جاباب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عقد کھلا جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے
خیرِ سام

بایا رچو کر میسہ باشی ہم عمر لذاتِ جہان چشیدہ باشی ہم عمر
ہم آخر عمرِ طہتِ بایہ کرد خوابِ باشد کردیدہ باشی ہم عمر

موت لازمی ہے

(۲۹۹)

اب گرم خبر موت کے آئیں گی ہے غافل تجھے فکرِ رب دے کی ہے
 جیستی سے کہ لے خیر و زائدن، فنا آتا ہے یہ دلیل جانے کی ہے
 کوئی پہلے جاتا ہے کوئی بعد

(۳۰۰)

آلودہ عبتِ ابنِ علم جا بگاڑیں زندہ ہے وہ دل جو یاد اللہ میں ہے
 اپنی دامانگی سے گھبرا نہ آئیں پوچھا کوئی منیر کوئی اُمید ہے
 جو کل ہے وہ آج نہیں

(۳۰۱)

شاہوں کی و تختِ علم و تاج نہیں یاں کچھ شرفِ غنی محتاج نہیں
 جیستہ کی جگہ ہے کہ اکثر نہیں کلک انہیں لوگوں میں آج نہیں

سب کے پیچھے چلے جاتے ہیں

(۳۰۲)

غافل ہے وہ جو قیامت نہیں دیکھنا
نوش ہو جو بے نیش نہیں

جاتے ہیں جہاں لوگ آگے پیچھے
انہوں کے کچھ تجھ کو پس پیش نہیں

موت گھاٹ میں ہے

(۳۰۳)

ادبار کا کھٹکا چشمِ دجاہ میں ہے
جاگو جاگو خوفِ اسِ اہ میں ہے

اٹھو اٹھو یہ خوابِ غفلتِ کتبک
دیکھو دیکھو اس کی لنگاہ میں ہے

دنیا میں کوئی نہیں رہیگا

(۳۰۴)

آرام سے کہیں نہ افلاک سے
عالم میں اگر ہے تو کیا خاک سے

عبتِ کراچیل ہے ہم میں نہاں
فسوس نہ جنتِ بختن یا کس سے

نوٹ - معمولی تنیس سے یہ رباعی جلد اول مراٹھی مضامین مرحوم میں بھی موجود ہے۔

آفاق میں مرنے کیلئے جنباہئے اس کی سب سے کیا حسرت کیا کینہ
 بحیم کہئے نہ جہاں اویزہ دارا کا شکوہ احوال سیکند کا تو آئینا ہے

عمر دراز کا قصو

(۳۰۶)

سینہ میں یہ دم شمع سحر گاہی ہے جو ہے اس کا دامن نہ اہی ہے
 پیچھے کبھی قافلہ سے ہٹا نہ اس اے عمر دراز تیری کوتاہی ہے

زاوہ سفر مرگ

(۳۰۷)

کیون آج دلا خیال فردا کیا بھولا جو ہے وقت کو چھانہ کیا
 پیہ کیا سب کچھ تو بکراہ نہیں زاوہ سفر مرگ مہیا نہ کیا

کچھ پسند نصیحت ہے تھی تاثیر کی دنیا کے کئی کام میں تاخیر نہ کی
دن اٹ بیٹیں کے ساز و سامان میں جانا ہے کہاں کچھ سکی تہذیب کی

سبے کون جو رخ مرگ سے نہیں احوال یہ گو گوہ ہے کئے کا نہیں
آبادہ کوچ رہ جہاں میں غافل ہٹیا کر یہ مقام رہنے کا نہیں

گر لاکھ برس جسے تو بھر مرنا ہے پیانا عمر ایک دن بھرنا ہے
ہاں تو شہِ آخرت میں کیا کمرے غافل بنے تجھے دنیا سے سیر کرنا ہے

دبیر

گر چاہتا ہے جینے کی خاطر مرنا ہو کر شہِ نظم و کلام کا ذکر مرنا
کوئی بھی رہا ہے دریاں نہ نیا اول مرنا دبیرِ آخر مرنا
جیاتِ دبیر

پیری

(۳۱۱)

پیری آئی غدار بے نور ہوئے یارانِ شبابِ پاسِ دور ہوئے
لازم ہے کفن کی یادِ ہرقتِ نیست جو مشکِ بال تھے وہ کافور ہوئے

(۳۱۲)

راتیں نہ دہا ہوں نگہِ خواب کے گا آیا بھی تو زیٹ کو جواب کے گا
اٹھو اب تڑپا کر س کا ہے نہیں نہ عمر بھپکے گی نہ شباب کے گا

عصا پیری

(۳۱۳)

پوشیدہ ہو خاک میں کہڑا ہوی منزلِ سیہی شہر کا ماوا ہے یہی
انگشتِ ہر بار تہ کہتا ہے عیا اے سبزِ زمین گیتِ تری جا ہے یہی

ہشیار کہ وقت ساز و برگ آئی ہے ہنگامِ بچ و بزرگ گزرتا ہے

محتاج عصا ہوئے تو پیری نے کہا چلے اچھ بدار مرگ آئی ہے

عاقل بچہ ایمید دریں شوم مرے ختام
بر دولتِ تادول ہند از بہر خدا ہے

ہر گاہ کہ خواہد کہ نشیند از پائے گیر اجلش دست کہ بالا پیائے
دبیر

پیری سے جو دل قدیم اور ہوا دم تیز و ملک عدم اور ہوا

سمجھو نہ عصا سے عدم جانے کو دواؤں تو تھے ایک قدم اور ہوا
حیاتِ دبیر

پیشِ چشم

نہرِ حید کہ ہے بلند پاد یہ سرکا پر حیف ہوا اتنا مایہ سرکا

کہتی ہو یہ پشتِ خم کہ چل سغے لحد گزرتے تھے پاؤں یہ سایہ سرکا

صبحِ پیری

(۳۱۴)

بالونہ غبارِ شیطاں سے رہا ہشیارِ آئین تو مٹا دے رہا
پیدا ہے سپیدی سحرِ پیری کئی لے خواب چو نکلتا آخرِ نہرِ آب

صبحِ پیری

(۳۱۵)

پیری سے بدن زارِ ہوا زارِ مگر دُنیا کا اندیس تو ہیزا رہی کر
کہتے ہیں بانِ حیاں سے موئے سپید ہے صبحِ اجلِ کسج کی تیاری کر
دبیر

ابنامِ خدا زباں پر جاری کر غافلِ دمِ آخری تو ہشیاری کر
بالون کی سیاہی سپیدی آئی لے صبحِ ہونی کو چ کی تیاری کر
جاتِ دبیر

کس خواب میں زندگی بسر کرتا ہے کس فکر میں شام کو سحر کرتا ہے
 طالع ہوئی بھیج بچ گیا کو حیل بیدار ہو قافلہ سفر کرتا ہے جات ویر

صبح پیری

(۳۱۸)
 یہ عمر بونہی مت نام ہو جائے گی مرنے کی خبر بھی عام ہو جائے گی
 روتے ہو انیس کیا جوانی کیلئے پیری کی سحر بھی شام ہو جائے گی

زوالِ آفتاب

(۳۱۹)

اب زیر قدم لکھا باب پہنچا ہشیار ہو جلد وقتِ آفتاب پہنچا
 پیری کی بھی بوہڑ ملی آہ انیس ہنگام غیبِ آفتاب پہنچا

دیر

برزخ کی صوابات کٹے گی کیونکر تنہائی میں اوقات کٹے گی کیونکر
 غفلت میں دیر صبح پیری ہوئی شاہ دن رات ہوا رات کٹے گی کیونکر
 سچ شانی

نفس کی آمد و شد

(۳۲۰)

دُودِن کی حیاتِ بے حُسنِ عرق ہے خویشِ نازِ بنِ خاک کا تو ذرہ ہے

مردم کے نہالِ زندگانی کے لئے یہ آمد و شد دم کی نہیں راہ ہے

منزلِ تیسرہ

(۳۲۱)

انجانبِ بے چون و حرکتِ جیداری لے لے راویِ سفرِ کج کی تیر تازی ہے

مردم کے پہنچتے ہیں سافروانِ کتب یہ قبر کی خزان بھی غضبِ باری ہے

خوشگامِ لحد کا حال معلوم نہیں

(۳۲۲)

حسرتِ مینِ بے سروئی کہ ایدِ آگری کیوں بھرتا ریاکت گھر میں تنہا گری

ایسے کج لمحے کے سونے لے لو فوس کس پہ چھین کہ تم پہ کیا آگری

نخام

انہوس کہ سرمایہ زکف بیرون شد دردست اجل بسے جگر باخون شد
 کس نامدازان جہاں کہ تا پرسم ازو کا حوال مسافراں عالم چوں شد

قفسِ حید

(۳۲۳)

اِس ملک سے دنیا کی مونس میں آئے آجائیں کہاں اجل کے بس میں آئے
 مرکزِ نکلے تو کج مروت پایا جب دامن سے چھوٹے تو قفس میں آئے

زمین کا پیار

(۳۲۴)

محبوب کو ہنسنا بھی دیکھ لیا ترسٹ دیکھ ہی فشار بھی دیکھ لیا
 بے تھر حال سنا کہ شاکی تھے بہت ضد سر زمین کا پیار بھی دیکھ لیا

۱۸۳

شبِ قبر

(۳۲۵)

دردِ دُالمِ مہاشِ کینو بھر گزرتے پچھندِ نفیسِ حیاتِ کینو بھر گزرتے
مرنے کا تو دن گزر گیا شکارِ نیست اب بکھیں لحد کی آتِ کینو بھر گزرتے

الفِ قُتِر

(۳۲۶)

میرِ مر کے مسافر نے بسایا تجھے نئی ریسک پھر کے منہ دکھایا تجھے
کینو بھر نہ لپٹے تجھ سے سبوں کے اُفر میں نے بھی تو جان کے پایا تجھے

دوسرے

گھرا نیا اُجاڑ کر بسایا تجھ کو ڈھانپا جو کفن سے نہ کھایا تجھ کو
لے قبر کہاں کہاں کی تیری تلامش جب خاک میں مل گئے تو پایا تجھ کو

ایضاً

مرکز بھی نہ چین زیرِ فلک ملا اک تارِ کفن نہ گرد سے پاک ملا

اے خانہِ خرابِ قبر تیری خاطر کھویا بھی جو نقدِ جاں تو کیا خاک ملا
جاتِ دہر

گوشہءِ سحر

(۳۲۷)

خاموشی میں یا لبتِ گویائی ہے نہ بھینچو ہین بندِ عینِ مینائی ہے

نہ دوسری کا جھگڑا نہ کسی دشمن کا مرقہ بھی عجب گوشہءِ تنہائی ہے

گوشہءِ سحر

(۳۲۸)

آغوشِ تجھ میں جبکہ سونا ہوگا جز خاک نہ تھکے نہ بچھونا ہوگا

تنہائی میں آہ کن ہو سیکا آس تہم ہو میں گے اور قبر کا کونا ہوگا

۱۔ یہ رباعی میر تقی میر کے جلدِ اول میں موجود ہے۔

خوابِ حُلہ

(۳۲۹)

جَب ارفنا سے جان کھونا ہوگا میت پر عجب طرح کا فنا ہوگا
 عاتو نہیں نہ دھانپے سونکی ایسے کیا گزرے گی جب میر میں سونا ہوگا

بسترِ قبر

(۳۳۰)

اک دُزہاں سجاں کھونا ہوگا گھر چھوڑ کے زیرِ خاک سونا ہوگا
 بارش سحر و کار بستر سے غرض اپنا کستی کیسے میں بچھونا ہوگا

دبیر

اک دن بیونہ خاک ہونا ہوگا ترہا تنہا لحد میں سونا ہوگا

اس قبر کے سر پہ دیکھا اُٹھنا حالِ تیر جو اڑھٹا ہوگا وہ پھونکا ہوگا
 سچا مٹانی

رفیقِ لوح

(۳۳۱)

جسمِ نزدیکِ قَتِ جُلجتِ گا یارِ کیا ہی سقا حَسرتِ مے گا
 کوئی عینِ نیکِ نہ گنجِ یارین آخر کو ہی رفیقِ ترسِ ت ہو گا
 راہِ بہشت

(۳۳۲)

دل سے دنیا کے دلوں سے جاتے ہیں اک آنہیں طوبی کے تلے جاتے ہیں
 ہے راہِ بہشتِ کتنی ہموار ہیں بندہ بکھیں کئے لوگ چلے جاتے ہیں
 مذمتِ دنیا

(۳۳۳)

جس شخص کو حقیقی کی طلبِ نگاری ہے دنیائے ہمیشہ اُسے بیداری ہے
 اک چشم میں کس طرح سہاں دُو غافلِ خواب ہے وہ بیداری ہے

دبیر

آج آئے ہیں کل کوچ کی تیار سی غفلت میں کئی عمر یہ ہُشیار سی

دنیا ہے عجب مقام حیرت نہ کھلا یہ عالم خواب کہ بنیاد سی ہے
سچ شانی

نشیب و فراز دنیا

(۳۳۴)

جز غم کوئی خبر بیان سہتی کھی پایا ایسے ویران جو بستی بکھی

جوئل نشین تھے کل سیاہ دہن آج دنیا کی بندی میں سیستی بکھی

دنیا مرقع شادی و غم

(۳۳۵)

ویران بکری گھریں آبادی ہے راحت کوئی اور کوئی فرادی ہے

اک شہر غم کا ہے مرقع دنیا ماتم ہے کسی خاں کو میں شادی ہے

دُنیا کا رَوَاشِر ہے

(۳۳۶)

کیا سوچا ہے اس دُعا میں ہے آفت میں چھٹے ام بلا میں ہے

اس طرح عدم سے آئے دُنیا میں نہیں جیسے کوئی کاوان بھڑا میں ہے

رحمت دُنیا میں ممکن نہیں

(۳۳۷)

فردوسِ بہر اکتساب کا کرنا ہوگا مَخل میں خاک کا بچھونا ہوگا

راحتِ دُنیا میں کس نے اپنی ہوئیں آرام سے ہاں لحد میں نہ ہوگا

آئینہ ظاہر کی صورتِ تگری کرتا ہے

(۳۳۸)

دُنیا سے ہائی ہوئی وہاں نہیں جھوٹے بھی جو کر تو بہرِ وبال نہیں

ظاہرِ بینوں کو کیا خبرِ باطن کی آئینہ میں عکسِ صورتِ حال نہیں

دُنیا میں جُبرِ نقصانِ کچھ حاصل نہیں

(۳۳۹)

دُل میں غمِ پارانِ وطن کے چلے اُس باغ سے دانو نکالیں گے چلے

نقصان کے سوا کچھ نہ حاصل آئے جاں کے یہاں کچھ تن کے چلے

دنیا کی زحمّتوں کا علاج مونس ہے

(۳۴۰)

کانہیں سداِ اجر و پریشانی ہے دیکھا جدھر نگاہ کے میرانی ہے

میشہو علاجِ دردِ سر ہے صندل یاں خاکِ لحدِ صندل پریشانی ہے

دُنیا میں خاک کے سوا کچھ نہیں

(۳۴۱)

ہر خیل میں پستِ فکالتی ہے پر اہیں نصیبِ کس کس خوش طاعتی ہے

ہے چرخِ کہنِ شیشہِ ساعتِ یا ہے خاکِ یادِ ہیرا و درِ او دھیرا خالی ہے

تنگی دُنیا

(۳۴۲)

کھینچے ہوئے تیر کو تو کہاں پھرتا، پیری میں بس شکلِ نوجوان پھرتا

عرصہ، جہاں اقلیتِ تنگ و حقیر خیم ہونے میں آپ سماء پھرتا

بے وفائی دُنیا

(۳۴۳)

ماں نہیں طبعِ پاک اس دنیا پر، مَرُوم ہیں عبتِ ہلاک اس دنیا پر

فِرّزندہ اب و ترا ب محتاجِ لحد، تیرا اس دنیا خالِک اس دنیا پر

دُنیا کا حال کسی کو معلوم نہیں

(۳۴۴)

آنکھیں کھولیں مگر یہ پردہ نہ کھلا، سب ہم پہ کھلا یہ حالِ دنیا نہ کھلا

دُنیا کے تغیرات ہے بے برعزت، مانند حجابِ یہ میٹا نہ کھلا

دُنیا کو گم ہو

(۳۴۵)

لائے تے عیاں بہارِ سرخوشی، نرگس کو جو دیکھے تو مدہوشی ہے
 کیسی یہ کو گم ہوئے اے رب کلیم، بلبلِ لال کے گل کو خاموشی ہے
 دُنیا سے کچھ ساتھ نہیں جاتا

(۳۴۶)

جس خاک میں سستی کا چمک ملتا ہے، یارانِ وطن بھرنے دین ملتا ہے
 اسی جہان سے دیکھ تو اے غافل، مٹی ملتی ہے اور کفن ملتا ہے

دُنیا ایک خام ہے

(۳۴۷)

دُنیا کو نہ جانو کہ دلا رام ہے یہ، اے پختہ مزارِ جو طبعِ خام ہے یہ
 ہاں سوچ کے پاؤں اس میں بچھو، چھٹتا نہیں پھنکے جس میں دم بچھو

دنیا قید خانہ ہے

(۳۴۸)

ایذا سے نہ کوئی رہیں صلا چھوٹا اونا چھوٹا نہ کوئی اعلیٰ چھوٹا

دنیا کا بھی نذرانے عجیب و غریب جس میں پھنسنے کوئی بند چھوٹا

زمین و آسمان چکی کے مثل ہیں

(۳۴۹)

دنیا جسے کہتے ہیں بلا خانہ ہے پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے

ما بین زمین و آسمان سہم ہیں جیسے دو آسمان اک دن ہے

دنیا میں ہر ایک کے لئے گردش ہے

(۳۵۰)

دنیا میں کسی کا نہ سہارا دکھیا بیخنے کا نہ غیسے کوئی چار دکھیا

کچھ سخت ہمارے ہی نہیں سرگشتہ گردش میں فلک کا بھی ستارہ دکھیا

۱۹۳

ایضاً

(۳۵۱)

گر عجز اگر عاقل و متدبّر نہ اُسے دانی پہ بھولائے تو دیوانہ ہے
تسلیج کے دانوں پہ نظر کرنا دانِ گردش میں سدا رہتا ہی جو دان ہے

قطع ہستی یا ترک دنیا

(۳۵۲)

دل بیت اٹھائے حق پرستی کیجئے تب تیغ انیس قطع ہستی کیجئے
آخر اک دن یہ پاؤں موند گئے بیگار بہتر ہے یہی کہ پیشدستی کیجئے

ایضاً

(۳۵۳)

صلح نہ کر آغوش کے پارے دلوں کھرتے ہیں پند و دوائے دلوں
ور کا اگر ہے زاد راہ عقبے یسب جھوٹے دنیا سے اٹھالے دلوں
لفظ ”ور کار“ کو ”منظور“ سے بدل کر یہ رباعی جلد مرثیہ میرونیس میں بھی طبع ہوئی ہے ۱۱

۱۹۴

بد اعمالی پر ندامت

(۳۵۳)

اندیشہ باطل سحر و شام کیا عیبی کا نہ مانے کچھ سرِ سجام کیا
نا کام چلے جانے انیسویں میں کس کام کو یانے آئے تھے کیا کام کیا

توبہ

(۳۵۵)

عصیاں ہوں شرمسار توبہ یار کرتا ہوں میں بار بار توبہ یار
نہ جرم کا پیمانہ گناہوں کا شمار اک توبہ کیا ہر سحر و شام یار

گریہ ندامت

(۳۵۶)

جب بکھینکی احوال قیامت اکھین کھینچیں گی بڑی بڑی آکھین
چھاتی ہزار ہا ہن میں کچھ عذرت کو روئے کہ ابھی تک ہیں سلامت کو

انفعال

(۳۵۷)

افسوس یہاں سے نہ سُبکبار چلے ایذا و مصیبت میں گرفتار چلے

دنیا میں تو بیگناہ آئے والے یہ کیا ہے کہ عقبے میں گنہگار چلے

آخر تک بخبری پریشانی

(۳۵۸)

جینے سے طبیعت اب ہٹی جاتی ہے غفلت ہی میں اوقات کٹ جاتی ہے

یہ بے خبری ہزار افسوس نہیں بڑھتے ہیں گنہ عمر گھٹی جاتی ہے

پیری میں آخر تک بخبری

(۳۵۹)

عقبی کے ہر کام سے ناکام تو اس وقت میں بھی طالبِ آرام ہو تو

اے والے نہیں سچتہ کاری تیری سب جان تو پکے مگر خام ہو تو

میرنے کے بعد اعمال ساتھ جاتے ہیں

(۳۶۰)

کیا کیا دنیا جسے ہٹا دیا گئے دلت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
 پہونچانے کے لئے کھلے دوسرے ہمراہ اگر گئے تو اے سال گئے

سیاھی قلب

(۳۶۱)

ہے مہلکت جسم میں شاہی دلی کچھ تو نے نہ دوستی بنا سی دلی
 بعد اس کے دے دے ہو پیدہ کی کرنا پہلے دھوئے فرا سیاہی دلی

ایضاً

(۳۶۲)

تا چرخ فغان بھیج گا ہی گئی بھرے سے کبھی گرد تباہی گئی
 سب لبش بید ہو گئی آہ نہیں پر اکسیر مودن کی سیاہی گئی

(۳۶۳)

ہر دم ہے خیالِ غمِ خواہیِ مدینِ مطلق نہیں کچھ خوفِ آگہیِ مدین
نافہ کی طرح خطائیں گئی سب عمرِ بالونہ سندی ہے سیاہیِ مدین

کدورتِ قلبِ

(۳۶۴)

گر ہاتھ میں زرنیق کچھ پاک نہیں موجدِ کفن تو ہے جو پوشاک نہیں
کہنے کو ہے خاکِ آتشِ آج ہوا یاں گردِ کدورت کے سوا خاک نہیں

ایضاً

(۳۶۵)

ایفٹ ہے نہ پائیں بظاہر سچے منہ پر تو ہیں صفائِ قلب میں کیسے ہے
گر کیجیے امتحانِ توفیق کھل جائے یاں سب کے دلوں کا حالِ مینے ہے

اِس مَمانہ میں کوئی فارغ البال نہیں

(۳۶۶)

اِنسان ہن کچھ اُس دیر پا مال نہیں ۰ سچ ہے کوئی آئوہ خوشحال نہیں

اندیشہ آشیانِ خوفِ صیاد ۰ مرغانِ ہن بھی فارغ البال نہیں

مذمتِ زمانہ

(۳۶۷)

کس بات میں کیا کس میں تہذیب نہیں ۰ بحرِ حرفِ غلط زبانیہ تقریر نہیں

اِس عہد میں اسی کا کینہ ہو بوج ۰ یہ سب طرح ہے قلم کی تقصیر نہیں

ایصاف کی نایابی

(۳۶۸)

کچھ فرقِ کلام کہ نہ دو میں نہیں ۰ مینصیف ہو نہ تو ایک بھی نہیں

تھایوں نہ کبھی ہر مضمون بے قدر ۰ ایصافِ فکارتِ تیزی قلم میں نہیں

انتخابِ اجاب

(۳۶۹)

ناہی سے کہ دایہ سخن لیتا ہوں دشمن ہر کدو سب کی سن لیتا ہوں
 پھبتی نہیں بولے دوستاں گلیکے کانٹوں کو ہٹاکے پھول چن لیتا ہوں

دوستوں سے مایوسی

(۳۷۰)

اجاب سے امید ہے بیجا مجھ کو امید عطائے حق ہے زیبا مجھ کو
 کیا انے توقع کہ میاں میرے چھوڑ آئیں گے اک دوزیہ تنہا مجھ کو

ایضاً

(۳۷۱)

مال و زر و ہنر و شہم ملتا ہے ممکن ہے عجیب طویل و علم ملتا ہے
 غنقا کو گردِ مسخ پارسن اکسیر یہ سب ملے ہیں دوست کم ملتا ہے

افسوس کہ چین مصطفیٰ کو نہ ملے آرام عیسیٰ مرتضیٰ کو نہ ملے
ہم لوگ کسی شے کی توفیق کھیتیں رحمت بندہ سے عجب اکو نہ ملے

دوسرے

بلبل یہ زمانہ ایک گل کا نہوا محکوم آئسہ ورسل کا نہوا
بند و نکو عبث خیال نیکٹائی ہے التدریج اتفان کن کا نہوا
المین

ضعف پیری

خاطر کو کبھی نہ مطمئن دکھلایا اے عمر دراز خوب سن دکھلایا
ہلتا ہے جو سر تو کہتے ہیں سپید راتوں سے نے شباب کی آدن دکھلایا

(۳۷۴)

جنت کے جواں سیرِ نظار ہے پیری سے بھلا بشر کا کیا چاہئے
جھکائے سونے زمین کیونکر قدس اک دُج پہیہ خاک کا پستار ہے

ایضاً

(۳۷۵)

پیری میں یتیم کا خیال جاتا ہے نہ مریے بدن بان ہو جاتا ہے
دنیا میں عروج کو بھی اک کن زوال جب بد رکھا ہوا ان ہو جاتا ہے

ایضاً

(۳۷۶)

مجموعہ خاطر ان نونِ آبِ بحر جو رگ سے بدنِ رشتہ سطر ہے
میں سے بھلا ہوا ہے دل کن کتا کیا غم ہے جو بنِ مثلِ قلم لائے

جو کچھ کرنا ہے جوانی میں کر لو

(۳۷۷)

جب اٹھ گیا یہ جوانی سے پھر ہوگی جُدانہ سگرانی سے
کچھ ہوگا نہ ہاتھ پاؤں ایسے نیچ جس وقت گزر جائے گایانی سے

دُنیا سے رِہائی

(۳۷۸)

گھر چھوڑ کے ہر جستجو نکلیں گے ان باغ جہاں سے منہ بول نکلیں گے
اچانک میں تم گم تُو میں صورتِ دل پر حجب نکلیے یہ آبرو نکلیں گے

نفسِ امارہ

(۳۷۹)

بُرا دیکھا ہے طبعِ آوارہ نے تڑپا دکھا ہے قلبِ صِدِّ پارہ نے
شیطان کی کچھ خطائے قیمت کا قصو مارا مجھے آہِ نفسِ سارہ نے

۲۰۳

مذمتِ اہل

(۳۸۰)

کب غنچہ کی گنچھڑی صبا نہ کھولی نیشکر جو بڑی عقیدت کھائی
امیت کشو کا راسخل سے نہ رکھ کس روز گہ ناخن پائے کھولی

مذمتِ نادان

(۳۸۱)

جو صاحبِ قسم ہے وہی ہے دانا کے لئے فروشی بیاں ہے
جاہل کبھی جہل سے نہیں بھرنے کا نادان کو اگر قلب کرو نادان ہے

تر بیتِ نا اہل

(۳۸۲)

لستے ہیں رستا ہوش بکامینا کے روشن ہون کیوں قلبِ سو ابینا کے
نا اہل کے سامنے ہوئیں نیکی پسند جس طرح چراغ آگے نابینا کے

۲۰۴

مَدْمَتِ کَبِر و غرور

(۳۸۳)

اتنا نہ غرور کر کہ میرا بنے تجھے آرام ابھی قبر میں کرنا ہے تجھے
رکھنا کپہ شوخ کر دیا پاؤں انیس اک دیز صراط سے گزنا ہے تجھے

ایضاً

(۳۸۴)

انسون یہ عیساں تباہی دلی کی خوب انیس خیر خواہی دلی
ناز ان ہوئے تم پہن کے پونہ شک بڑھتی گئی دن رات سیاہی دلی

ایضاً

(۳۸۵)

ماتا ایم نے کہ عیب سے پاک ہے تو یہ غرور نہو صاحب اک ہے تو
بالفیض گر سہا بنے سے تیر مقام انجام کو سوچ نے کہ پھر خاک ہے تو

خودستائی کی مذمت

(۳۸۴)

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے وہ دلیں فروتنی کو جادیتا ہے
کرتے ہیں ہستی مغرنا آپ اپنی جھوٹ کے خالی ہے خدا دیتا ہے

دبیر

گنجینہ جسے رب ہوا دیتا ہے وہ داد عظیمہ خدا دیتا ہے
خاموش جا بونکے ہیں طرف خالی دریا میں ہیں موتی وہ خدا دیتا ہے
جات دبیر وسیع شافی

مذمت حرص و ہوس

(۳۸۵)

کیوں نہ کی ہوس میں بد بھرتا جانا ہے تجھے کہاں کہ ضرر بھرتا ہے
اللہ ہی پیری میں ہوس دنیا کی تھک جاتا ہے جس جاباؤں تو سر بھرتا ہے

(۳۸۸)

یہ حرمِ مجلیکے جا بجا پھرتی ہے پھرتے ہیں حدِ بحر ساتھ قضا پھرتی ہے

فریادِ کنانِ برائے ہر اندہِ رزق یوں پھرتے ہیں جیسے سیاح پھرتی ہے

ایضاً

(۳۸۹)

اے آہِ تراثر نہ دیکھا ہم نے جس سریتِ کدھر کہ ہرنہ دیکھا ہم نے

کیا کیا نخلِ جوہر کی شاخیں نکلیں لیکن کوئی مرنہ دیکھا ہم نے

مذمتِ سوال

(۳۹۰)

بزنادِ گرانِ جنبِ کوئے تول نہ کر تیرا کوئی شستری ہو وہ مول نہ کر

اکناسِ نہیں دیتے زبانِ سوال خالی ہاتھوں کو اپنے کشمکش نہ کر

مذمتِ دولت

(۳۹۱)

اندیشہ میں نہ تمام ہو جاتا ہے زندانِ گرفتِ شام ہو جاتا ہے

زراں کچھ حفظِ زر کی تکلیف شبِ کاسوایِ حرام ہو جاتا ہے

مذمتِ تند خو

(۳۹۲)

ہموار ہے گریہ کچھ تجھے باک نہیں تیرے کشن اگر تو عقل و ادراک نہیں

پاتا نہیں شہزادِ کور کے سوا دامن میں ہو اے کچھ شہزادِ خاک نہیں

کمال کے بعدِ سرسبزیِ حایل مٹی ہے

(۳۹۳)

کس منہ سے کہو نہیں کہ خوش انجام تو کامل ہیں کامیاب کام ہے تو

پختہ انداز میں سے لگتا ہے آسن تیرے سب سے کہو کہ ابھی خام ہے تو

رحمت کے بعد شریعت حاصل ہوتی ہے

(۳۹۴)

جو سو خرمن کے خوشہ چیرتا ہے دوائے جہاں دکھتے ہیں موتا ہے

یلتا نہیں نام نیک کے کاثر جان کٹتا ہے عمیق تب بھی موتا ہے

بحرِ عالم میں انسان کی نجات کا ذریعہ

(۳۹۵)

دنیا دریائے اور ہوس طوفان ہے مانند جہاز ہے ستارِ انسان ہے

لنگر ہے جو دل تو نہیں پاؤ سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

دوسرے

دنیا زندان ہے جابے آرام نہیں گہوارہ بجز گرو شیخ آیام نہیں

آئینہ کھوں میں پسندیدی سیاہی کی طرح ہلکی ہو پاکت صبح نہیں شام نہیں

سہ حیات دہریں رباعی متذکرہ بالا کے مقابلہ کی یہ رباعی دی ہے میرے خیال میں اس رباعی کا معنی
اس سے مختلف ہے۔

مح فقر و استغنا

(۳۹۶)

دولت عطا کر نہ جہاں میں دے جو باعث آبرو ہے وہ گوہر ہے
شاہوں کو نصیب ہے بر کی تحصیل یار ہے ناں خشک و حشم تر ہے

ایضاً

(۳۹۷)

دولت کا ہر خیال تا ہی نہیں وہ نشہ فقر ہے کہ جاتا ہی نہیں
لبریز ہیں یہ ساغر استغنائے آنکھوں میں کوئی غنی سیما ہی نہیں

ایضاً

(۳۹۸)

یہ اوج ہے مرتبے ہمارے یہ دن مرقع امینہ کو سنیلے
بخشی ہے خدا نے ہم کو وہ دولت برسوں ڈھونڈنے تو باؤشا کو نیلے

وہ صبرِ مراوہ بردباری تیرنی بھولیگی نہ ٹھکاویر کے یاری تیری

اللہ تو نبی سب کی بنائے اے فقر جس طرح کہ بند گئی ہماری تیری

ملح قناعت

ہر صبح کو دوڑ کر کہھیر جاتا ہے کچھ کو ہر عزت کا بھی مھیان آتا ہے

جب ضیاء من وری بخاؤند کریم پھر کس لئے تو رزق کا غم کھاتا ہے

ایضاً

حاصل قناعت تو انگیر ہو جائیں گزر کی ہوس نہواؤ ذرہ ہو جائیں

نوابی و شایہی نہیں ہی کا رہیں گرسد رزق سے سیکند ہو جائیں

دبیر

جو تھیر کرے جس کو تھیر دے
یکسے جیسے حق پہ تو ایگر وہ ہے

آئینہ سکنڈ رنے بنایا تو کیا
دل جن کا ہے آئینہ سکنڈ وہ ہے
الیزان

تواضع و خاکساری

(۴۰۲)

دل کو مرنے شغل عکسائی کہے
غفلت میں بھی طور شواری کا

گردوں کو اگر ہے سرکشی کا غرہ
ہم کو بھی عزور خاکساری کہے

ایضاً

(۴۰۳)

بستی میں ہے لطیف رہنمائی مجھ کو
بھاتا نہیں عینِ خوب پسندی مجھ کو

عربان ہوں لباس عاریتے جوں
ہے خاک نشینی میں بلندی مجھ کو

۲۱۲۰

ایضاً

(۴۰۴)

انجام پہ اپنے آہِ وزاری کر تو سختی بھی جو ہو تو بردباری کر تو
پیدا کیا خاک کے خدائے تھکاو بہتر ہے جی کہ خاکساری کر تو

ایضاً

(۴۰۵)

دل کو آرام بےقراری سے ملا سینہ کو سرو آہِ وزاری سے ملا
گلزارِ جہان میں سرفرازی پائی پہن مجھے نخلِ خاکساری سے ملا

وہ

بندِ پنہ کرمِ حضرتِ باری کا ہے مقدور کسے شیکرِ گداری کا ہے
دی ہے جو خدائے سرفرازی تھکاو نرہ پہ نہانِ خاکساری کا ہے

عجز و انکسار

(۳۰۶)

خلق تعظیم دولت دینی ہے ہر عیب کا عیب عیب خود بینی ہے

ہوتی ہے گنہگار کی توبہ بھی قبول خالق کو پسند عجز و مسکنتی ہے

پیری اور انکسار

(۳۰۷)

خود ہونڈ کے پیش ہر جان جان غنچہ کی طرح ہو اسے کھل جانا ہو

پیری نے نہال بارود جھک کر کیا ہر اک سے میرا ہے جھک کے مل جانا ہو

ملاہٹ و نرمی

(۳۰۸)

اندوہ دالم سے کہتے جان سختی ہے نہ قلب لوح ناتواں سختی ہے

یوں سنگ لونیوں رکھے جان اپنی بچا جس طرح کہ وایتوں نے زبان سختی ہے

۲۱۳

ایضاً

(۴۰۹)

کیا قد زمیں کی آسمان کے آگے جھکے ہیں قوی بھی ناناں کے آگے
نرمی سے مٹنے ننگدل ہوتے ہیں ونداں صیف بستہ ہیں بان کے آگے

گوشہ نشینی

(۴۱۰)

سیر کھینچ نہ شمشیر کشید کی طرح ہر ایک سے جھکا قویٰ سن خمیدہ کی طرح
منظور نظر ہے جو حفاظت اپنی ہو گوشہ نشین مرموم دیدہ کی طرح

ایضاً

(۴۱۱)

دنیا میں چین ایک ساعت بیکھا برسوں کبھی زور فراغت دیکھا
راحت کا مکان امن کا گھر خاندان دیکھا دیکھا تو بہان میں کج عزت دیکھا

ہاں دولتِ فقرِ مصطفیٰ دیون گے تو قیر و شیرن شیرِ خدا دیون گئے
ہو گا جو گوشتِ شیرِ مثلِ ابروِ مردم آئیکھو نہ تھکوا جا دیون گے

عیب پوشی

کہہ کوئی عیب جو ہے سرگوشی میں ڈھنچا تے میں عیبِ خطا پوشی
وہاں ہے چراغِ فکر کو جنبشِ لبِ یہ شمعِ فیما دیتی ہے جا پوشی میں

دوسرے

جو اہلِ سہر کا عیب جو ہوتا ہے بدائیں کا ہر اک نفلِ بکو ہوتا ہے
جب نقیصہِ رو سیم وہ کرتا ہے عیان خود سنگِ محاکِ سیاہِ رو ہوتا ہے

خاموشی

(۴۱۴)

براجِ شہِ شیرِ بطنِ ہم ہیں ہر عیبِ غرو سے مبرا ہم ہیں
گو دل میں تہاڑوں مضبوط ہیں مگر خاموش بسانِ لبِ یا ہم ہیں

عزتِ نفس

(۴۱۵)

عزت ہے یادِ و آشنائے آئیے محبوبِ نبیؐ شاہِ دگدگائے آئیے
یہ پاؤںِ چلیں تو راہِ مولائیں چلیں یہ ہاتھ جب اٹھیں تو خدا کے آئیے

دبیر

تھوڑے کورہنِ بحرِ موجِ بحر شیرِ مینہ اہلِ دولتِ و تاجِ بحر
یا ربِ قسمِ روحِ یادِ اللہ تجھے اس ہاتھ کو اُس ہاتھ کا محتاجِ بحر
حیاتِ دہر

برعکس ہے گر خاکِ میںِ منِ منِ جا اہن طرحِ علیٰ بشر کر دنِ منِ جائے
 الفت کو بھی کیا خدائے بختا ہوا جیکل کا جو حشی ہو تو منِ منِ جائے
 اتحاد کی نہ آیا بی

ان آنکھوں کو خوب عالم دیکھا مردم میں اتفاق باہر ہم دیکھا
 سمجھے کہ خلافِ ہم عالم ہو نہیں جس دم کسی آباد ہم کو تو ہم دیکھا
 مریح سخن

ایشان فی عقل و ہوش ہو جائے یہ تر یا چشیم و گوش ہو جائے
 گرجان نہیں سخن تو بتلائیے پھر کیوں مر کر بشر خوش ہو جائے

تا دمِ مرگ فکرِ سخن کرنا چاہئے

(۳۱۹)

ہیشا ہے سبے باخبر ہے جنتک . بیدار ہے عالم نہ نظر ہے جنتک

پیدا ہے صبرِ یکلا سے یہ آواز . کہ فکرِ سخن زبان تر ہے جنتک

سخن کی قدرِ سخن فہم کر سکتا ہے

(۳۲۰)

گل سے بلبل کی خوشن سانی پوچھو . ذی فہم سے لطیف نکتہ دانی پوچھو

توقیرِ کلام حق سمجھتا ہے کلیم . ہوسلی سے سموز لہن تیرانی پوچھو

اہلِ سخن کو طراز ہونا چاہئے

(۳۲۱)

زیبا ہے قار بادشاہی کے لئے . جراتِ اجبے کج کلاہی کے لئے

لازم ہے کہ اہلِ سخن تیز زبان . تلوارِ صبر و رہے سپاہی کے لئے

خوبیاں خود ظاہر ہوتی ہیں

(۳۲۲)

کیوں رکی ہو جس میں بُر دیتا ہے نادان بیکسے فریب دیتا ہے
لازم نہیں اپنے منہ سے تعریفیں خالص سے جو شک آپ دیتا ہے

ایضاً

(۳۲۳)

کس منہ سے کہوں لا بُھیں نہیں کیا لطف جو کل کے کر نگین ہو نہیں
ہوتی ہے خلاوت سخن خود ظاہر کہتی ہے کہیں شکر شیریں ہو نہیں

دبیر

شیریں سخن پہ مودتِ شیریں ہوں واللہ نہ عیب میں نہ کتبہ چہیں ہوں
سکھتے ہیں ہے میرے سخن شیریں سے شکر کا ہے کیا منہ جو کے شیریں ہوں
سچے مٹائی

دشمن کو بھی نہ شاؤ

(۴۲۴)

مٹی سے بنا ہے دل کو تو سنگ کر ہر بات پہ معترض ہو جنگ کر
 مینٹو اگر ہے جادوؤں میں دوست بہت ہے دشمن کو بھی لنگ کر
 کسی کو دلیل نہ سمجھو

(۴۲۵)

عاجز نہ کسی بشر کو اچلا سمجھے ماوان ہے جو آپ کو انا سمجھے
 ہے آج کمال نیک فی کی دلیل اونی بھی ہو کر تو اُن کو اعلیٰ سمجھے
 متیز نیک بد

(۴۲۶)

ہر وقت زمانہ کا ستم سہتے ہیں حاشد جو برا کہے تو چپتے ہیں
 جو نیک ہیں وہ بد ہو بھی کہتے ہیں جو بد ہیں اچھو نکو برا کہتے ہیں

ذاتیہ

امام حسینؑ کی طرح پر مبارکات

(۳۲۷ - ۳۸۹)

شہرِ سرخو بخوش گلامی کئے باعثِ مرحِ امامِ نامی کا ہے

میں کیا آواز کیسی پڑھنا کینسا آقا یہ شربتِ تیری غلامی کئے
بعد مرگ بھی قطع سخن نہوگا

(۳۲۸)

رتبہ نہو کیوں فیظم میں برتر میرا مداحی شہر ہے جو ہر سیرا

مکن نہیں بعد مرگ بھی قطع سخن خاتمہ کی طرح اگر کئے میر سیرا

پیشین گوئی

(۳۲۹)

ہاں بعد فنا سخنِ نشان ہو میرا دنیا میں یہ باغِ عجب نیرا ہے میرا

تا جہ شہرِ عینِ گامِ ام اس سے روشن شہرِ حیرتِ سنج دُورِ اہل میرا

اپنی زبان پر ناز

(۴۳۰)

بے جا نہیں منعِ شہ میں غرامیرا بھرتی سے کلام ہے میرا
میرغان خوشحالِ حیاں چمنِ بولین کیا مریختے ہیں سنکے روزِ غرامیرا
ایضاً

(۴۳۱)

ہم سے کوئی اہل کبرِ غرّا تو کرے ہر عیب سے آپ کو مبرا تو کرے
کیا فاختہ بچسکی بھلا بلبل سے صاف اپنا وہ پہلے دُرا تو کرے

خوش منکری

(۴۳۲)

مملو درِ معنی سے مرا پسند ہے دل میں یہ صیفائی ہے کہ کہیہ ہے
جب قفلِ دہن کھلا جواب نہ نکلتے گویا یہ زبانِ کلیدِ گنجینہ ہے

۲۲۳
طبیعت کی روانی

(۴۳۳)

کیا کیا نہ چڑھا نظر پہ کیا کیا اُترا پر نشہ نہ الفت علی کا اُترا
جنتِ شہ پر آگے تھم گئی طبعِ نسیں ثابت ہوا کہ چڑھے دریا اُترا

مضمون آفرینی

(۴۳۴)

کھلتا ہی نہیں کسی پتہ از پنہیں ماترنگہ بن پرواز ہون میں
جاتا ہی نہیں مرغِ معانی بکھر کرتا ہوں جھپٹے صندھ بار پنہیں

دُرِ نیری

(۴۳۵)

ہر ایک سخن میں رنگِ نیری ہے پیری ہے پنہن میں ہی تیری ہے
گرتے چاتے نہیں دندانِ نسیں تماحالِ بانگو شوقِ دُرِ نیری ہے

نکستہ دانی

(۴۳۶)

گچین کو غروگل فیشانی کا ہے غرہ لبیل کو خوش بیانی کا ہے
خان رُخ اکبر کی جو کی ہر توصیف دعوئی ہما کو بھی نکستہ دانی کا ہے

فحشہ

(۴۳۷)

وہ نظم پڑھوں کہ بزم خوش ہو جائے عطر غبرہ را یک آنسو ہو جائے
یاد آئے شیم زلف بمسک لہوں آہو کا دھوان حور کا کیسو ہو جائے
ایضاً

(۴۳۸)

وہ نظم پڑھوں کہ بزم زلیخا ہو جائے اک لہو آفرین وختین ہو جائے
چھڑے ہیں دین سے پھول لفظ کے جو یان آئے سخن چین بھی تو گلچین ہو جائے

دیس

کہاں ٹبل بند و شور تھیں ہو جائے وہ نظم پڑھوں کہ نرم رنگیں ہو جائے
پہل نقطے ہوں پھول لفظ طوبیٰ نصیر ہے فردوسی اگر آئے تو گلچیں ہو جائے
جات و جبر

ایضاً

(۳۳۹)

ٹبل یہاں آگے خوش بمانی سیکھے اندازِ نغان مجھ سے فغانی سیکھے
روزنامہ ہی آنکھوں نے کرے حاصل ہے دریا میرے شکون کوانی سیکھے

ایضاً

(۳۴۰)

گھلے میضامیں کو کہاں بند کروں خوشبو نہیں چھپنے کی جہان کروں
میں یا عشتِ نغمہ سخی ٹبل بنوں کھوئے نہ کبھی مُنہ جو زبانِ بند کروں

دبیر

شیران مضامین کو کہاں بند کروں کیا طبع کا دریائے رواں بند کروں

خلاق مضامین تو سمجھی ہیں لیکن کھل جائے حقیقت جو زبان بند کروں
بیع مٹا دی

ایضاً

(۳۴۱)

مشک ختن نظم کہاں بند کروں مہکے گا یہ آپ کو جو جان بند کروں

ہیں نافہ کشا سخن اس نرم کے لوگ دل کے کھلیں کج زبان بند کروں

ایضاً

(۳۴۲)

میزان سخن سنج میں تلتا ہونین فکر گہر نظم میں گھٹتا ہوں میں

دل بہتا ہے بند قفل کج کی طرح جب حرف شناس میں تو کھلتا ہوں

باہمہ و بے ہمہ

(۴۴۳)

ہیں طور علیحدہ ہمارے سب سے بیگانہ و آشنا میں بارے سب سے

دریائے تلے ہوئے ہیں مثل ناصل پھروکھئے گرتو میں کنارے سب سے

ایضاً

(۴۴۴)

تا بانِ فلک سخن کے تارے ہم ہیں ممتاز اسی شیر کے بائے ہم ہیں

سرخِ پد ہے حسن سخن سے عرقِ پیرِ قافیہ کی طرح کیا ہے ہم ہیں

فخیر

(۴۴۵)

لفظِ نین نہ کہ سخن میں شیریں ہے دعوایِ مہر نہ عیبِ مہنی ہے

تاجِ گل گلشنِ نہایتِ اہم ہیں غنچہ کی طرح زبان میں نگہبانی ہے

ایضاً

(۴۴۶)

نہ منج کا دعویٰ ہے نہ خود بینی ہے باتوین اثر زبان میں رنگینی ہے

شیرینی میں ہے نکلاؤت دیکھو ہے طرفہ مرا نک میں شیرینی ہے

ایضاً

(۴۴۷)

پروایع زبان کو سجنے کی نہیں حاجتِ طبل سخن کو سجنے کی نہیں

دربارے ابرطیع لیکن ہوش عادتِ برسنے کی گرجے کی نہیں

ایضاً

(۴۴۸)

کانپا نہ جگر نہ دل نہ چہرا اُترا کس بحر میں کج خوف و خطر جا اُترا

ساحلِ نہ جسکے ٹہرے بارونکے قدم دو ہاتھ نکاسے میں دریا اُترا

مضمونِ نیس کا نہ چربا اُترا اُترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشا اُترا

نقاش نے سو طرح کی خفیت کھینچی تصویر نہ کھینچ سکی تو چہرہ اُترا

تائید کلام

کٹ جاتے ہیں خود نکالنے والے کٹتے ہیں اشک میں ڈھلنے والے

ایک ہی مریض سخن کی تاثیر نہیں رویتے ہیں مثل شمع جلنے والے

دُزدانِ میضامین

کس دن مضمون کو کا نقشا اُترا ہر دُزدِ میضامین کا نہ چہرہ اُترا

مینبر سے اُترے مضمون بڑھکر اُنکے لئے گویا سن دیلوئی اُترا

کُتَب دسے دولت ہنر بچتی ہے لے بھاگتے ہیں جبکہ نظر بچتی ہے

ممکن نہیں فیضانِ ضایہ سے نجات سچ ہے کہ گیس کے کتب بکرتی ہے

حارِ دونکی شکایت

رحمت کیا جائے کہ چال مونی لذت دنیا کی زیرِ قاتل مونی

اس وقت میں اگر خضر مچا ہوتے دُور جا گھڑی بھی رستہ کی مونی

روشن وہ بزمِ خوشِ خیالی ہم میں شرکتِ گلِ باغِ نکتہ دانی ہم میں

فیضِ غمِ شاہِ بحرِ برستے لاریت دشمن ہے اگر اگر گیت تو پانی ہم میں

۲۳۱

ایضاً

(۳۵۵)

ایلیٰ سے نہوگا کبھی اونا بھاری کھل جاتا ہے فیقہ پہلکا بھاری

حاجہ سرکش سے او میں قناد خاک اویکھے سے کونسا پلا بھاری

ایضاً

(۳۵۶)

مضمون گوہر ہنر و صر سنا ہے جہان بقیہ کہ قلیبے کینا ہے

آئینہ ساروشن ہے کلام اپنا آئیں ہم سکا نظیر آئین سے گے جو مینا ہے

حسرت

(۳۵۷)

تہارج کہ ایک در پستی ہوگی اپنی کسی میرانہ میں بستی ہوگی

ہے کون جو مینہ اشکو نکا برسا ہوگا حسرت مری تربت پہ برسی ہوگی

۲۳۲

تنگدستی

(۴۵۸)

یاں آئے ملان رنج بہنے کے لئے دم بھر نہوئے میرے کہنے کے لئے

محتاج کے محتاج اُمحی طرح رہے پائے تھہرے یہ ہاتھ خالی رہتے کیلئے

مصائبِ نیست

(۴۵۹)

تکیہ پہ نہ سیرت نہ بدنِ سیرتِ ابنِ دیکھی ہوئی تو کبھی اس در پر

نہ وقت سے فکرِ نانِ اندوہِ بیاں کیا ز سیتے ڈالی ہیں بلائیں سر پر

ایضاً

(۴۶۰)

کتن طرحِ نیرِ تلخِ زندگانی ہو جائے پتھر پہ یہ کھڑپن تو پانی ہو جائے

اسیم جو شرنیک دے ہوئے میرا خورشید کا رنگِ عطرانی ہو جائے

۲۳۳

ایضاً

(۴۶۱)

ہر دم مجھے سامنا صوبتا کاتے اندیشہ و اضطرابِ نانات کاتے
تہائیں فلک کی خلقت دشمن مان گرتے تو آسیر تری انگاہ سے

ایضاً

(۴۶۲)

کس دن فرخ خامہ نکدے دین نہیں مجھ سا بھی نہایت کوئی سوچ نہیں
یہ خچہ کہ ہوں خسرو اقلیم سخن پر غیرِ دوات کچھ قلم و قریں نہیں

بد قسمتی

(۴۶۳)

راحتِ کافرہ عدے جانی نکلا، دل سے کبھی نسیم نہانی نکلا
بیاتے رہے آگے چاہ دینا اپنیں نکلا بھی کبھی تو شورِ بانی نکلا

دیس

کھانے کا مہرہ فقط زبانی نکلا : باقی سامان عیش و تناسل فانی نکلا

چاہا تھا کہ ہاتھ دھوئیں تیسے سیر : اتنا بھی اس کنوین میں پانی نکلا
سچ شانی

ایضا

(۴۶۴)

گلشن کی کروٹیں سیر تو صحرانہ ہو جائے : صحرانہ اکڑوں غم تو دیا ہو جائے

موسمی کا عصا بھی ہاتھ آجائے اگر : تیرے میری وزن عینا ہو جائے

بدستی

(۴۶۵)

فرصت نہ کہیں چشم کو اکٹل بھروں : ہو جائیں پہاڑ غرق جنگل بھروں

کیا ابرمست بلکہ کرے کامیلا : دم بھروں اگر تو جل تھل بھروں

بخشن کیلئے مرثیہ خوانی ہو مری غم کے لئے پیری جوانی ہو مری
 فنا ہے کبھی اور کبھی آہیں کرنا اس آج بھولے سے زندگانی ہو مری
 پردہ عریانی

کیا حال کہیں دل کی پریشانی کا کھانکی نہ لذت نہ مزاجانی کا
 میرے لیے کسی دشت کے دامن میں آس پردہ ہے یہی جامہ عریانی کا
 خانہ بر بادوی

گو کھجور دیا ہمت تن جوش ہو نہیں لکھا کہ چشم تر ہے خاموش ہو نہیں
 کیا پوچھتے ہو مقام و مسکن میرا مانہ و جا خانہ بردوش ہو نہیں

کسا و بازاری

(۴۶۹)

کس جسم پہل کر دے کہ شہر ہو نہیں دیکھو کہ ضعیف صورت ہو نہیں
 بن پر تیر پڑی ہے گرو باز اکیلا ہوتا ہے یقین کہ زندہ در گور ہو نہیں

دبیر

شیریں سخنی کے فن میں شہر ہو نہیں بدبخت یہ کہتا ہے اے شور ہو نہیں
 اس ہند میں طوطی قفس کی مانند غوطی سے زبا نکلی زندہ در گور ہو نہیں
 حیات دبیر

ضعف پیری

(۴۷۰)

کم زور ایسا کسی پیری نہ کرے بلبل کا بھی یہ حال اسیری نہ کرے
 وہ جاؤں زمین پہ چھوٹا نقش قدم گر میری عصا بھی سنگیری نہ کرے

۲۳۷

ایضاً

(۴۷۱)

آزادی میں آنتِ اسیری آئی شاہی نہوئی تھی کہ فیری آئی

ایامِ شباب کیلئے کہتے ہیں نیس مومِ طفلی کا تھا کہ پیری آئی

انتہائے ضعف

(۴۷۲)

راہی طرفِ عالمِ بالا ہوں ہیں ہستی سے عدم کو جانے والا ہوں

یارِ تہِ انامِ پاکِ حنیئے کے لئے گویا اک بڑے یوں کا مالا ہوں نیس

شدتِ مرض

(۴۷۳)

تن پر جو عرقِ عجبِ تماہ ہیں کیا جانے غیر آگیا ہوا خواب ہیں

اِس سینہ سوزناک و چشمِ نم سے آتشِ میں کبھی ہوئے کبھی آتشِ میں

۲۳۸

ایضاً

(۳۷۴)

ہے سخت کُل طبعِ ناسازِ مری نوہ ہے صدائے نغمہ پر وازِ مری

اللہ ہے وِزنا تو اتنی کا انیس آوازہ مرگِ دل ہے آوازِ مری

صحی سے یاسین

(۴۷۵)

سُرخِ خطہ گھٹی جاتی سُو طافِ سری بڑھتی ہے گھڑی گھڑی نقاشِ سری

آیا ہندیل بُب نہ پھرِ حورِ یاسین اب گن متوفی صحتِ سری

ایضاً

(۴۷۶)

چھٹا ہے مقامِ کوچِ کراہو نہیں خصلتِ زندگی کہ مرا ہو نہیں

اللہ سے لو لگی ہوئی ہے سری اوپر کے دم سوا سٹے بھرتا ہو نہیں

لوگ مرنے کے بعد یاد کریں گے

(۳۷۷)

دردِ اکِ فراقِ رنجِ دینِ ہن ہوگا پنہانِ تنِ ناتواںِ کھین میں ہوگا

اہلِ مذکرِ تین گے یادِ روئےِ فالے جسِ غنِ زمیںِ انجمنِ ہن ہوگا

بیماری میں امام کی مدد پر بھروسہ

(۳۷۸)

دیتا ہے وہی شفا کہ جو شافی ہے ہر دردِ مغلِقِ کارِ مہِ وانی ہے

دردِ کارِ نہیںِ یادِ کسنی کی جھٹکو امدادِ امامِ قلِ مکتبی کافی ہے

وقتِ احتضار اور آمدِ مشکلِ کیشا

(۳۷۹)

بیمار کی بالین پر سوجھا آئے آقا آئے ہمارے یولا آئے

عجلت کا جمل ہے بیشوائی کیلے اے جانِ بکلِ علیِ اعلا آئے

میت کے لئے دعا

(۳۸۰)

یا رب مری میت کے زمین پاک ملے دیکھ سکان قبر فرحناک سہلے
یوں خاکِ شفا میں مر کے جاؤں میں غریب سے چھائیں تو نہ کچھ خاک ملے

مناں شاہی

(۳۸۱)

اک شعلہ نورِ طور سے آیا ہے مرده جان بخش ہوئے آیا ہے
باندھو کمرِ آویجا لاکے آئیں فرمانِ طلبِ حضور سے آیا ہے

انقلابِ ہند

(۳۸۲)

افسوس مانہ کا عجب طور ہوا کیوں خرچِ کمن آہِ نیا دور ہوا
اب بسے کہیں درخچلو جلد آئیں اب یا نکلیں زمیں و زلزلت اور ہوا

انجام بخیر ابتدا بگڑھی ہے گھر گرنے پڑے کہیں بنا بگڑھی ہے
کشتی جسے نہیں ہم کنار ہو جائیں اٹا دیا بہا ہوا بگڑھی ہے

دبیر

کس عہد میں تبدیل نہیں ہوئے گنہ عدل گئے ظلم گئے جور ہوا
ایسے ہی ہے تو نہ محفوظ ہو دہیز کیا غم جز میں اور خلک اور ہوا
جات دبیر
انتزاع سلطنت اودہ

کیونکر دل غمزدہ نہ فریاد کرے جب ملک کو خراج پیر برباد کرے
مانگو یہ عالم بھڑک اڑنا کریم اجڑی ہوئی ملک کی آباد کرے
۷ بعض نسخوں میں "خرخ پیر" کے بجائے "یوں غیم" ہے۔

مَدَحِ نِظَامِ حیدر آباد

وختار الملک

(۳۸۵)

موجود ہے جو کچھ جسے منظور ہے یا
علم و عمل عطا کا دستور ہے یا

مختار الملک بندگانِ عالی رحمتِ حمیت نور پر نور ہے یا

وَعائِدِ بَرائے اہل حیدر آباد

(۳۸۶)

اللہ و رسول حق کی ادا دہے سرسبز شہرِ فیضِ نبیادہ ہے

زادِ یارِ مبین عظیم اپنے یارِ آباد حیدر آباد ہے

وَعابِ بَرائے خود

(۳۸۷)

سرگرم رہوں نبی کی تداحی میں کام آئے زبانِ صبی کی تداحی میں

یارِ یہ مری عسکری مثلِ قلم سجد و نہیں تیری علی کی تداحی میں

استغاثہ

(۳۸۸)

اے بادشہ کون و مکاں اور کنی اے عقدہ کشائے دوجاں اور کنی

اب تنگ سر شمشوئے ہاتھوں کی نہیں یا حضر صیاحِ الزمان اور کنی

الضیاء

(۳۸۹)

سینے فریادِ یاحسین ابن علی دیکھے مری داؤدِ یحسین ابن علی

عالم غدار اور میں زار و خف ادا و ادا و یاحسین ابن علی

ضمیمہ
چھٹا رتی سخن

۴۹۰

جب نزعِ لہاں جسے تباہ ہو لیتے تیرا ہونہ کر دل میں تو ہو

ہر آہ میں ہو صد کہ یا حتی قدر ہر سانس میں لا الہ الا هو ہو

ایضاً

پہلے تر می یا دینِ فنا کرتی ہے ^{۴۹۵} شاخ گلِ تر میں پھر دھرتی ہے

استادہ نہیں قیام میں سیرِ فقط ^{۴۹۵} قمری بھی تسعِ عشق کا دم بھرتی ہے

ایضاً

دل میں ترا درد ہو تو دریاں کیا ہے ^{۴۹۶} تویشِ نظر ہو تو گلستاں کیا ہے

گر راہِ نجف میں لاکھ دریا ہیں ^{۴۹۶} گر عشقِ حرم ہو تو بیا باں کیا ہے

ایضاً

ہیں محترفِ عجزِ ثنا خوان تیرے ^{۴۹۷} افروز ہیں مرے شکر سے احسانِ تیرے

میں کرتا ہوں جرمِ عفو کرتا ہے تو ^{۴۹۷} لائقِ مے وہ ہے یہ شایاں تیرے

ایضاً

ہے کون سی شادی ترے غم نہیں ^{۴۹۸} ہاں در محبت بھی مگر تو کم نہیں

مجھ سے تیرے لئے ہزاروں نیبے ^{۴۹۸} تجھ سے میرے لئے دو عالم نہیں

ظاہری ہمدردی پر مغرور نہ ہونا چاہئے

(۳۹۱)

روتے ہیں لوہہ ایک تھم کے لیے ہم خلق ہوئے ہیں عظیم عالم کے لیے

نازان نہوں سفر ہی ظاہر ہیں جلتی نہیں شمع اہل اہم کے لیے

لوگوں کی تعریف پر مغرور نہ ہونا

(۳۹۲)

تعریف اپنی کیوں تجھے غرہ ہے خورشید بن خاک کا تو ذرہ ہے

کچھ بھلاں ایک گائیں تھیں اس میں پختل ترقی کے لے آ رہے

یکاد علی حسین

۳۹۸

ہے اس کی دوا جو مفرات دہ ہے جو زخم ہے اس کے واسطے مرہم ہے

بھڑاس کے نہیں کوئی گناہ کا علاج رونا نام حسین کے کہ جب تک دم ہے

۲۴۶
ایضاً

۴۹۹
طفلی یہ نشاط و شادمانی کٹ جائے
یا عیش میں سیم جوانی کٹ جائے
کچھ عیش اے حُجّان حسین روتے روتے ہی زندگانی کٹ جائے

صحابِ حسینؑ کی تشنگی

۵۰۰

اعدائے پیابھی ادر بہایا پانی لشکر نے حسینؑ کے نہ پایا پانی
باز وہ بھی کٹائے باز دئے نیر لے اُس پر بھی نگر مارتھ نہ آیا پانی

مجلسِ عزرا

۵۰۱

مجلسِ محبوبِ حق کے پیار و نکی ہے مجلسِ آقا کے سوگواروں کی ہے
پردہِ مصدوم کا ہے سایہ اِس جا شیعوں کے دُسر پہ چھاؤں تا و نکی ہے

موسم گرما کی مجالیں

تیکلف کسی کی شہ کو منظور نہیں جنت کی ہوائے تو کچھ دیر نہیں
گر کر ٹھنڈا نہیں رہیں پروانہ گرمی ہے مگر گرمی عاشور نہیں

عاجزی واقفادگی

خاؤں سے خلیش پھول سے کاوش ہے ۵۰۲
رہت کی طلب چین کی خوشی ہے
ہمدم بیگانگی مکان گوشہ قبر بستر ہی خاک تر کے سربالشی ہے

بارگشاہ

کیا ہو سکے بحر طبع کو جوش ہے ۵۰۳
اک مری گویا لب خاموش ہے
کس طرح کروں قطع تری مح کی پشاور کنا ہون کا مری دوش ہے

ناقداری کی شکایت

ناقدی احبابے خیراں میں آئینہ فروش سرگوران میں
ہے اک نظر لطف ہماری تمیت بنیا ہوا خریدار تو ازان میں

ذہانت و جدت

۵۰۵

آئینہ و سجالہ خیران میں خاطر ہے جمع گو پریشان ہوں میں
مردم کی پاک کلمی کہ مطلب سمجھا ہر اک کی نگاہ کا زبان میں

الام و مصائب

۵۰۶

کیا جانتے صبر و تابتے ہیں کے آرام کو کیا شابکتے ہیں کے
پھٹکتا رہتا ہوں اس حیرت شمع آگاہ نہیں کہ عواکتے ہیں کے

برگشتگی تقدیر

پوچھو نہ خبر کہ زنجیر ہیں اب تو ^{۵۰۷} آوارہ دین خاکِ سہرا ہے تو
مانندِ گینِ خاکِ نشین تھے آگے حلقے کی طرح سے دربد میں اب تو

ایضاً

رونے سے فراغ اب کسی زمین ^{۵۰۸} بے غم کوئی دمِ جان غم اندوز نہیں
جز درِ دہنیں کوئی ہمارا ہمدرد جز درِ داغ کوئی اپنا جگر سوز نہیں

کساد بازاری

۵۰۹

باندھے ہوئے گوہرِ سخن لائے ہیں بازارِ بوند ہے تو شرابیے ہیں
کتے تھے یہ روزِ جنس لینے والے جب ٹھکے جوہری ہم آئے ہیں

عجز و انکسار

کچھ جس سے نہیں حصول و کشت ہونین ^{۵۱۰} قابل نہیں تعمیر کے و کشت ہونین

ناچار جو بلا بھی شفاعت کریں مشاطہ کا کیا گلہ کہ خود رشت ہونین

مح خاموشی

ہے تیزی عقل و عویش بہوشی میں ^{۵۱۱} باتونین یہ لطیف سے نہ سرگوشی میں

سمجھے جو باں بسین باں تو کہوں جو جھکو مزا ملا ہے خاموشی میں

مہاج کے ساتھ مہرج کا حسیان

سہر بندہ ڈاکیر کو صلا دیتے ہیں ^{۵۱۲} ہر شر کی داد جا بجا دیتے ہیں

کیا جانے کا لونہ کیا ہو گیا لطیف مجھ سے ناقص کا دل ٹہرا دیتے ہیں

تصحیح الانعلاط مجموعہ رباعیات میرائیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۹	نظم نام	نظم کا نام
۱۶	۳	اور	اور اور
۲۳	۳	مولانا رومی	مولانا رومی
۶۹	۹	ابداد	ابداد
۸۱	۱۷	گنشت	گنشت
۹۸	۷۲	دو چیزیں عقیلے	دو چیزیں ہیں عقیلے کہنے
۱۰۳	۹۲	جن کو	جن کو
۱۱۵	رباعی ۱۲۷	کس نے	کس نے
۱۳۸	سرخ	ضمیر و دیر	ضمیر یا دیر
۲۲۷	سرخ	یا ہمہ	یا ہمہ
۲۳۶	رباعی ۵۰۱	پردہ معصوم	پردہ معصوم

TITLE تعمیر و مرمت کتب و اسناد

[illegible]

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text-books and **10 Paise** per volume per day for general books kept over-due.

